﴿بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ﴾ ﴿......اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ﴾(آل عمران:۷۴) ﴿......عَسٰى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا﴾ (بنی اِسرائیل:۸۰)

هفت روزه

الفضل

انٹرنیشنل

مدیر اعلیٰ :— نصیر احمد قمر

جلد15 جمعۃ المبارک 28/مارچ 2008ء 20/ربیع الاول 1429ہجری قمری 28/امان 1387 ہجری شمسی شمارہ13

نیک لوگوں کا دستور

حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم رات کی عبادت (تہجد) کو لازم پکڑو۔ تم سے پہلے نیک لوگوں کا یہی دستور تھا اور (یاد رکھو) رات کی عبادت اللہ کے قریب لے جانے والی، گناہ سے روکنے والی، برائیوں کو ختم کرنے والی اور جسمانی بیماریوں کو دور کرنے والی چیز ہے۔

(ترمذی کتاب الدعوات باب فی دعاء النبی حدیث نمبر:3472)

﴿ارشادات عالیہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام﴾

چونکہ خدا خود نور ہے اس لئے اس کی محبت سے نورِ نجات پیدا ہوجاتا ہے اور وہ محبت جو انسان کی فطرت میں ہے خدا تعالیٰ کی محبت کو اپنی طرف کھینچتی ہے۔ روح کا خدائے واحد لاشریک کا طلب گار ہونا اور بغیر خدا کے وصال کے کسی چیز سے سچی تسلّی نہ پانا یہ انسانی فطرت میں داخل ہے

”غرض خدا تعالیٰ کے یہ دونوں اسم حیّ و قیوّم اپنی تاثیر میں ایک دوسرے سے تعلق رکھتے ہیں کبھی علیحدہ علیحدہ نہیں ہوسکتے۔ پس جن لوگوں کا یہ مذہب ہے کہ خدا رُوحوں اور ذرّات کا پیدا کرنے والا نہیں وہ اگر عقل اور سمجھ سے کچھ کام لیں تو اُن کو اقرار کرنا پڑے گا کہ خدا تعالیٰ اِن چیزوں کا قیّوم بھی نہیں۔ یعنی وہ یہ نہیں کہہ سکتے کہ خدا تعالیٰ کے سہارے سے ذرّات یا ارواح پیدا ہوئے ہیں۔ بلکہ خدا تعالیٰ کے سہارے کی محتاج وہ چیزیں ہیں جو اس کی پیدا کردہ ہیں۔ غیر کو جو اپنے وجود میں اس کا محتاج نہیں اس کے سہارے کی کیوں حاجت پڑ گئی؟ یہ دعویٰ بے دلیل ہے۔ اور ہم ابھی یہ بھی لکھ چکے ہیں کہ اگر ذرّات اور ارواح کو قدیم سے اَنادی اور خود بخود مانا جائے تو اس بات پر کوئی دلیل قائم نہیں ہوسکتی کہ خدا تعالیٰ کو ان کے پوشیدہ خواص اور دقیق در دقیق طاقتوں اور قوتوں کا علم ہے۔ اور یہ کہنا کہ چونکہ وہ ان کا پرمیشر ہے اس لئے اس کو ان کے پوشیدہ خواص اور طاقتوں کا علم ہے یہ صرف ایک دعویٰ ہے جس پر کوئی دلیل قائم نہیں کی گئی اور کوئی بُرہان پیش نہیں کی گئی اور نہ کوئی رشتہ عبودیت اور الوہیت کا ثابت کیا گیا۔ بلکہ وہ ان کا پرمیشر ہی نہیں۔ بھلا جس کا کوئی رشتہ خالق ہونے کا ذرّات اور رُوحوں سے نہیں وہ ان کا پرمیشر کاہے کا ہوا۔ اور کن معنوں سے کہہ سکتے ہیں کہ وہ رُوحوں اور ذرّات کا پرمیشر ہے اور یہ اضافت کس بناء پر ہوسکتی ہے کہ خدا رُوحوں اور ذرّات کا پرمیشر ہے۔ یا تو اضافت مِلک کی ہوتی ہے جیسے کہا جائے کہ غُلَامُ زَیْدٍ یعنی زید کا غلام۔ سو مملوک ہونے کی کوئی وجوہ چاہئیں۔ اور کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی کہ کیوں آزاد چیزوں کو جو اپنے قویٰ قدیم سے آپ رکھتی ہیں پرمیشر کی بلا وجہ مِلک قرار دیا جائے۔ اور یا اضافت کسی رشتہ کی وجہ سے ہوتی ہے۔ جیسا کہ کہا جائے پسرِ زید۔ لیکن ارواح اور ذرّات کا پرمیشر کے ساتھ رشتہ عبودیت اور ربوبیت نہیں تو یہ اضافت بھی ناجائز ہے۔ اور اس حالت میں یہ بات بالکل سچ ہے کہ ایسے بے تعلق رُوحوں کیلئے نہ تو پرمیشر کا وجود کچھ مفید ہے اور نہ اس کا عدم کچھ مضر ہے۔ بلکہ ایسی حالت میں نجات جس کو آریہ سماج مُکتی کہتے ہیں بالکل غیر ممکن اور ممتنع امر ہے۔ کیونکہ نجات کا تمام مدار خدا تعالیٰ کی محبتِ ذاتیہ پر ہے۔ اور محبتِ ذاتیہ اُس محبت کا نام ہے جو روحوں کی فطرت میں خدا تعالیٰ کی طرف سے مخلوق ہے۔ پھر جس حالت میں ارواح پرمیشر کی مخلوق ہی نہیں ہیں تو پھر اُن کی فطرتی محبت پرمیشر سے کیونکر ہوسکتی ہے اور کب اور کس وقت پرمیشر نے ان کی فطرت کے اندر ہاتھ ڈال کر یہ محبت اس میں رکھ دی۔ یہ تو غیر ممکن ہے۔ وجہ یہ کہ فطرتی محبت اُس محبت کا نام ہے جو فطرت کے ساتھ ہمیشہ سے لگی ہوئی ہے اور پیچھے سے لاحق نہ ہو۔ جیسا کہ اسی کی طرف اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں یہ اشارہ فرماتا ہے جیسا کہ اس کا یہ قول ہے اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوْا بَلٰى (الاعراف :173) یعنی مَیں نے روحوں سے سوال کیا کہ کیا مَیں تمہارا پیدا کنندہ نہیں ہوں تو رُوحوں نے جواب دیا کہ کیوں نہیں۔ اس آیت کا یہ مطلب ہے کہ انسانی رُوح کی فطرت میں یہ شہادت موجود ہے کہ اس کا خدا پیدا کنندہ ہے۔ پس رُوح کو اپنے پیدا کنندہ سے طبعاً و فطرتاً محبت ہے اس لئے کہ وہ اس کی پیدائش ہے اور اسی کی طرف اس دوسری آیت میں اشارہ ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا (الروم:31)۔ یعنی روح کا خدائے واحد لاشریک کا طلب گار ہونا اور بغیر خدا کے وصال کے کسی چیز سے سچی تسلّی نہ پانا یہ انسانی فطرت میں داخل ہے یعنی خدا نے اِس خواہش کو انسانی رُوح میں پیدا کر رکھا ہے جو انسانی رُوح کسی چیز سے تسلّی اور سکینت بجز وصالِ الٰہی کے نہیں پاسکتی۔ پس اگر انسانی رُوح میں یہ خواہش موجود ہے تو ضروری ماننا پڑتا ہے کہ رُوح خدا کی پیدا کردہ ہے جس نے اس میں یہ خواہش ڈال دی۔ مگر یہ خواہش تو درحقیقت انسانی رُوح میں موجود ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ انسانی رُوح درحقیقت خدا کی پیدا کردہ ہے۔ یہ قاعدہ کی بات ہے کہ جس قدر دو چیزوں میں کوئی ذاتی تعلق درمیان ہو اسی قدر ان میں اس تعلق کی وجہ سے محبت بھی پیدا ہوجاتی ہے جیسا کہ ماں کو اپنے بچہ سے محبت ہوتی ہے اور بچہ کو اپنی ماں سے کیونکہ وہ اس کے خون سے پیدا ہوا ہے اور اس کے رحم میں پرورش پائی ہے۔ پس اگر روحوں کو خدا تعالیٰ کے ساتھ کوئی تعلق پیدائش کا درمیان نہیں اور وہ قدیم سے خود بخود ہیں تو عقل قبول نہیں کرسکتی کہ اُن کی فطرت میں خدا تعالیٰ کی محبت ہو۔ اور جب ان کی فطرت میں پرمیشر کی محبت نہیں تو وہ کسی طرح نجات پا ہی نہیں سکتیں۔

اصل حقیقت اور اصل سرچشمہ نجات کا محبت ذاتی ہے جو وصالِ الٰہی تک پہنچاتی ہے۔ وجہ یہ کہ کوئی محبّ اپنے محبوب سے جدا نہیں رہ سکتا۔ اور چونکہ خدا خود نور ہے اس لئے اس کی محبت سے نورِ نجات پیدا ہوجاتا ہے اور وہ محبت جو انسان کی فطرت میں ہے خدا تعالیٰ کی محبت کو اپنی طرف کھینچتی ہے۔ اسی طرح خدا تعالیٰ کی محبت ذاتی انسان کی محبت ذاتی میں ایک خارق عادت جوش بخشتی ہے۔ اور ان دونوں محبتوں کے ملنے سے ایک فنا کی صورت پیدا ہو کر بقا باللہ کا نور پیدا ہوجاتا ہے۔ اور یہ بات کہ دونوں محبتوں کا باہم ملنا ضروری طور پر اس نتیجہ کو پیدا کرتا ہے کہ ایسے انسان کا انجام فنافی اللہ ہو اور خاکستر کی طرح یہ وجود ہو کر (جو حجاب ہے) سراسر عشقِ الٰہی میں روح غرق ہوجائے اس کی مثال وہ حالت ہے کہ جب انسان پر آسمان سے صاعقہ پڑتی ہے تو اس آگ کی کشش سے انسان کے بدن کی اندرونی آگ یک دفعہ باہر آجاتی ہے تو اس کا نتیجہ جسمانی فنا ہوتا ہے۔ پس دراصل یہ روحانی موت بھی اسی طرح دو قسم کی آگ کو چاہتی ہے۔ ایک آسمانی آگ اور ایک اندرونی آگ اور دونوں کے ملنے سے وہ فنا پیدا ہوجاتی ہے جس کے بغیر سلوک تمام نہیں ہوسکتا۔ یہی فنا وہ چیز ہے جس پر سالکوں کا سلوک ختم ہوجاتا ہے۔ اور جو انسانی مجاہدات کی آخری حد ہے۔ اِسی فنا کے بعد فضل اور موہبت کے طور پر مرتبہ بقا کا انسان کو حاصل ہوتا ہے۔ اسی کی طرف اس آیت میں اشارہ ہے صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ (الفاتحہ:7) اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ جس شخص کو یہ مرتبہ ملا انعام کے طور پر ملا۔ یعنی محض فضل سے نہ کسی عمل کا اجر۔ * اور یہ عشقِ الٰہی کا آخری نتیجہ ہے جس سے ہمیشہ کی زندگی حاصل ہوتی ہے اور موت سے نجات ہوتی ہے۔“

---

* ”انسان چونکہ بوجہ اپنی بشریت کی کمزوری کے ایسے اعمال بجا نہیں لاسکتا جن سے بے انتہا اور غیر محدود نعمتوں کا حقدار ہوجائے۔ اور بغیر حصول ان نعمتوں کے سچی اور حقیقی نجات پا ہی نہیں سکتا اس لئے انسان جب اپنی قوت اور طاقت کی حد تک مجاہدہ اور جپ تپ کرلیتا ہے تب عنایت الٰہی اس کی کمزوری پر رحم کرکے محض فضل سے اس کی دستگیری کرتی ہے اور مفت کے طور پر وصالِ الٰہی کا وہ انعام اس کو دیتی ہے جو پہلے اس سے راستبازوں کو دیا گیا تھا۔ منہ“

(چشمۂ مسیحی روحانی خزائن جلد20 صفحہ362 تا 365 مطبوعہ لندن)

تَحْسَبُهُمْ جَمِيْعًا وَّقُلُوْبُهُمْ شَتّٰى

مخالفین اسلام اور منکرین ومکذّبین انبیاء کی کیفیت

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ نے خطبہ جمعہ فرمودہ 22مارچ 1985ء بمقام مسجد فضل لندن میں تشہد وتعوذ اور سورۃ فاتحہ کے بعد قرآن کریم کی سورۃ الحشر کی آیات 14 تا 16 کی تلاوت کے بعد فرمایا:

''یہ تین آیات کریمہ جن کی مَیں نے تلاوت کی ہے ان میں آنحضرت ﷺ اور آپؐ کے ساتھیوں کو مخاطب کر کے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: لَاَنْتُمْ اَشَدُّ رَهْبَةً فِىْ صُدُوْرِهِمْ مِّنَ اللّٰهِ کہ تمہارا خوف مخالفین اسلام پر اس شدت کے ساتھ غالب ہے کہ اللہ کے خوف کی نسبت تمہارا خوف بڑھ گیا ہے۔ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ یہ اس لئے ہے کہ یہ لوگ ایک ایسی قوم ہیں جو فہم نہیں رکھتے۔ ان میں تفقہ کی طاقت نہیں ہے۔ تم سے یہ لوگ اکٹھے ہو کر نہیں لڑتے یا نہیں لڑیں گے مگر فِىْ قُرًى مُّحَصَّنَةٍ قلعہ بند شہروں میں۔ جہاں ان کو اپنی حفاظت کا یقین ہوتا ہے وہاں یہ خوب لڑ سکتے ہیں لیکن کُھل کر مقابل پر آنے کی ان کو طاقت نہیں۔ اور اَوْ مِنْ وَّرَآءِ جُدُرٍ یا پھر دیواروں کے پیچھے سے لڑ سکتے ہیں۔ بَاْسُهُمْ بَيْنَهُمْ شَدِيْدٌ. ان کی آپس کی لڑائیاں بہت ہی شدید ہیں۔ تم ان کو سمجھتے ہو ''جَمِيْعًا'' کہ وہ اکٹھے ہیں حالانکہ ''قُلُوْبُهُمْ شَتّٰى'' اُن کے دل پھٹے ہوئے ہیں۔ ''ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْقِلُوْنَ''۔ یہ اس لئے ہے کہ وہ ایک ایسی قوم ہیں جنہیں کوئی عقل نہیں۔ یہ اُسی طرح کے لوگ ہیں جیسے ان کے پہلے گزرے تھے۔ انہیں گزرے ابھی بہت دیر نہیں ہوئی۔ ذَاقُوْا وَبَالَ اَمْرِهِمْ انہوں نے اپنی بداعمالیوں کا مزہ چکھ لیا۔ ''وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ'' اور ان کے لئے ایک دردناک عذاب مقدر ہے۔

ان آیات کا ترجمہ بظاہر ایک عام فہم سا ترجمہ ہے اور اس میں ایسی کوئی بات نظر نہیں آتی کہ اس کے پیچھے گویا بہت بڑے حقائق ہیں جن پر انسان غور کرے تو کچھ اور مطالب بھی نظر آئیں گے۔ مگر قرآن کریم کی ہر آیت خواہ بظاہر کتنی عام فہم دکھائی دے انسان جب اس کے اندر ڈوبتا ہے تو مطالب کا ایک جہان کُھل جاتا ہے۔ گہرے پانیوں کی سطح کی طرح بعض دفعہ قرآن کریم کی آیات خاموشی سے چلتی ہیں اور دیکھنے والے کو ان کے پیچھے معانی کا جہان نظر نہیں آتا جو ہر آیت کریمہ میں چھُپا ہوتا ہے۔ چنانچہ پہلی آیت میں بعض عجیب دعاوی کئے گئے ہیں مثلاً آنحضرت ﷺ اور آپؐ کے ساتھیوں کو مخاطب کر کے یہ فرمانا کہ تمہارا اُن پر رعب طاری ہے بظاہر عجیب بات لگتی ہے کیونکہ ان کو تو اتنا کمزور سمجھا رہا تھا، اتنا بے طاقت اور بے سہارا خیال کیا جارہا تھا کہ ہر ایرا غیرا اُٹھ کر ان معززین کی ہتک اور گستاخی کا مرتکب ہوتا تھا جو آنحضرت ﷺ کی غلامی کا دم بھرتے تھے۔ گلیوں کے ادنیٰ ادنیٰ لونڈوں نے آنحضرت ﷺ اور آپؐ کے غلاموں پر پتّھر اٹھائے اور زبان طعن دراز کی۔ گھروں سے بے وطن کیا اور بے وطن کرنے کے باوجود پیچھا نہ چھوڑا۔ مسلمانوں پر شدید حملے کرتے رہے۔ بایں ہمہ یہ کہا جارہا ہے کہ لَاَنْتُمْ اَشَدُّ رَهْبَةً فِىْ صُدُوْرِهِمْ تم سے تمہارے مخالف اتنا خوف کھاتے ہیں کہ اللہ سے بھی اتنا خوف نہیں کھاتے۔ تمہارے خوف کے مقابل پر خدا کا خوف بھُلا دیتے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ یہ کیسا خوف ہے۔ یہ خوف دراصل اسلام کے غلبہ کا خوف ہے۔ ظاہری جسمانی برتری کا خوف نہیں ہے۔ اُس طاقت کا خوف ہے جو دلیل کے ساتھ اُبھرتی ہے اور دلیل کے ساتھ زندہ ہوتی ہے اور دلیل کے ساتھ چھا جانے کی قوت رکھتی ہے۔ چنانچہ ہر صداقت سے دشمن کو ہمیشہ یہ خوف لاحق رہا ہے۔ وہ اس قدر خوف کھاتے ہیں کہ اُس خوف کے مقابل پر پھر خدا کا خوف بھی ان کے دل میں نہیں رہتا۔ پس ایسے لوگ جو حق وصداقت پر قائم ہوتے ہیں مخالفین ان کی ہر دلیل کو بھُلا دیتے اور خدا خوفی کو چھوڑ کر اور تقویٰ سے عاری ہو کر پھر اُن پر حملے کرتے ہیں اور یہ طریق مقابلہ بتاتا ہے کہ ان کو خدا کا خوف ہے ہی نہیں۔ اگر خدا کا خوف ہوتا تو سچائی کے مقابل پر اوچھے ہتھیار کیوں استعمال کرتے، کمینی حرکتیں کیوں کرتے، جھوٹ اور دغا بازی سے کام کیوں لیتے۔ پس خوف ہے اس قوت کا جو اپنی ذات میں اُبھرتی ہوئی انہیں دکھائی دے رہی ہوتی ہے۔ بظاہر وقتی طور پر وہ اتنی غیر معمولی طاقت اختیار نہیں کر چکی ہوتی کہ اس کے خلاف یہ حملے نہ کریں، اسے دبانے کی کوشش نہ کریں۔ اس کے خلاف ظلم وستم سے کام نہ لیں۔ اگر ایسا خوف نہ ہوتا تو ان کو ضرورت کیا تھی کہ آنحضرت ﷺ اور آپؐ کے غلاموں پر حملے کرتے۔

پس یہ خوف اُس فرقان کا خوف ہے، اس بُرہان کا خوف ہے جو اسلام اپنے ساتھ لایا تھا۔ یہ ویسا ہی خوف ہے جیسے اندھیرے کو روشنی سے ہوتا ہے۔ صبح کی پہلی کرن سے بھی رات خوف کھاتی ہے اگرچہ وہ رات کو دبا نہیں سکتی لیکن رات کا دل جانتا ہے کہ صبح کی پہلی کرن مجھے کھا جائے گی اور اس دنیا سے میرا وجود مٹا دے گی۔ چنانچہ صداقت کے دشمنوں کو بھی اسی قسم کا خوف ہوا کرتا ہے اور پھر یہ جو حملے کرتے ہیں ان حملوں کی طرز میں بھی وہی خوف جاری رہتا ہے اور نمایاں طور پر دکھائی دیتا ہے۔

چنانچہ جماعت احمدیہ کے ساتھ اس وقت جو ظلم روا رکھے جارہے ہیں ان میں بھی یہ پہلو موجود ہے اور دوسرا پہلو بھی موجود ہے جس کا آیہ کریمہ ''لَا يُقَاتِلُوْنَكُمْ جَمِيْعًا اِلَّا فِىْ قُرًى مُّحَصَّنَةٍ'' میں ذکر کیا گیا ہے کہ تم پر یہ حملے محفوظ قلعہ بند شہروں میں بیٹھ کر کرتے ہیں۔ ایسے ممالک میں کرتے ہیں جہاں ان کو پتہ ہوتا ہے کہ آگے سے جواب نہیں دیا جاسکتا۔ ایسے ممالک سے کرتے ہیں جہاں ان کو پتہ ہوتا ہے کہ انہیں ظاہری طور پر مادّی غلبہ حاصل ہے اور یہ لوگ حکومتوں کی حفاظت میں بیٹھے ہوئے ہیں۔ جہاں کُھلی آزاد دنیا ہے وہاں تمہارا مقابلہ کرتے ہوئے ان کی جان نکلتی ہے اور تمہیں دیکھ کر وہاں سے بھاگتے ہیں۔ کیسی عظیم بات بیان فرمائی ہے قرآن کریم نے اور کیسا نفسیاتی نکتہ کھولا اور فرمایا کہ ان کی طرز مجادلہ تمہیں بتادے گی کہ بزدل لوگ ہیں۔ جماعت احمدیہ کی کتابیں ضبط کرنا اور اپنی طرف سے حملے کرتے چلے جانا اور دوسری طرف سے بات کرنے کی اجازت نہ دینا یہ وہی قصہ ہے جو قرآن کریم میں ان الفاظ میں بیان ہورہا ہے ''لَا يُقَاتِلُوْنَكُمْ جَمِيْعًا اِلَّا فِىْ قُرًى مُّحَصَّنَةٍ اَوْ مِنْ وَّرَآءِ جُدُرٍ''۔ انہوں نے دنیوی طاقتوں کی جو دیواریں کھڑی کی ہوئی ہیں ان کے پیچھے سے حملے کرتے ہیں اور ان کا یہ رویّہ صرف ایک سمت میں نہیں ہوتا ہر سمت میں ان کا یہی طریق کار ہوتا ہے اور یہ طریق کار کسی صاحب نظر سے چھپ نہیں سکتا۔ دنیا میں اس وقت بڑی بڑی طاقتیں اسلام دشمنی میں پیش پیش ہیں جس کی وجہ سے اسلام کو کئی قسم کے خطرات لاحق ہیں لیکن مخالفین احمدیت اپنے محفوظ قلعوں میں بیٹھ کر تمہارے خلاف صرف باتیں ہی کر سکتے ہیں مگر یہ جرات اور یہ توفیق کہ باہر نکل کر اسلام دشمن طاقتوں کا مقابلہ کریں اور ان کو رگیدیں اور اُن کو چیلنج دیں یا اُن کے گھیرے میں آکر پھر اُن کا مقابلہ کریں، اس کی توفیق اُن کو نہیں ملتی۔ یہ توفیق کس کو مل رہی ہیں؟ یہ مَیں بعد میں بتاؤں گا۔

پھر فرمایا ''تَحْسَبُهُمْ جَمِيْعًا وَّقُلُوْبُهُمْ شَتّٰى'' اُن کے دل پھٹے ہوئے ہیں اور تم سمجھ رہے ہو کہ وہ اکٹھے ہو گئے ہیں۔ کیوں سمجھ رہے ہو کہ اکٹھے ہو گئے ہیں۔ اس لئے کہ اس میں ایک گہرا فلسفہ بیان فرمایا ہے اور وہ یہ کہ ان کا اجتماع تمہاری مخالفت کی وجہ سے عمل میں آیا ہے۔ فی ذاتہ اُن کا آپس میں کوئی تعلق نہیں۔ ایک دوسرے کے شدید دشمن ہونے کے باوجود اُن پر تمہاری دشمنی اور تمہارا خوف اتنا غالب ہے کہ اس وقت وہ اپنی دشمنیوں کو بھلا دیتے ہیں۔ لیکن دراصل یہ جینے کے آثار نہیں ہیں۔ جینے کے آثار تو یہ ہوتے ہیں کہ فی ذاتہ محبت کی ایک اندرونی قوت ہو جو قوم کو اکٹھا کر رہی ہے۔ چنانچہ محاورۃً اسی کو اَلْكُفْرُ مِلَّةٌ وَّاحِدَةٌ کہا جاتا ہے۔ کفر میں تم ملّت واحدہ کی جو صورت دیکھتے ہو وہ انکار کی طاقت کی بنا پر ہے، کسی کے انکار کی وجہ سے اکٹھے ہورہے ہیں، کسی مثبت وجہ سے اکٹھے نہیں ہورہے۔ ''ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْقِلُوْنَ'' ان میں عقل بالکل نہیں ہے۔ اس اجتماع یا اتحاد کے تو کوئی معنے نہیں ہوا کرتے۔

اگر کوئی ایسا Factor ظاہر ہو جائے جو Common Value پر مشتمل ہو یعنی ایک دشمن کے تصور یا خوف کی بنا پر لوگ اکٹھے ہو جائیں تو اس کی کوئی وقعت نہیں ہوتی کیونکہ ایسی صورت میں تو جانور بھی اکٹھے ہو جایا کرتے ہیں۔ بعض دفعہ حالات سے مجبور ہو کر شیر اور بکری بھی اکٹھے ہو جایا کرتے ہیں، بھیڑیئے اور بھیڑیں بھی اکٹھی ہو جایا کرتی ہیں۔ چنانچہ ایک مصور نے اس تصور کو اس طرح باندھا ہے کہ اس نے تصویر میں ایک نہایت ہی خوفناک آندھی اور طوفان دکھایا اور بجلیاں گرنے کا خوفناک منظر پیش کیا اور بیچ میں جس طرح بگولا اپنے اندر چیزیں سمیٹ لیتا ہے اس طرح شیر بھی ہیں، بھیڑیئے بھی ہیں، سؤر بھی ہیں اور بھیڑ بکریاں اور ان کے بچے بھی ہیں اور گھوڑے بھی ہیں اور یہ سارے ایک دوسرے کے ساتھ جُڑ کر بیٹھے ہوئے ہیں۔ یہی نہیں لاکھوں سال پہلے کی جو قبریں دریافت ہوئی ہیں ان میں بھی یہی مناظر دیکھنے میں آئے ہیں۔ بعض دفعہ نہایت خوفناک ہلاکتوں نے بعض علاقوں سے زندگی کا نام ونشان مٹا دیا تو اس وقت وہ جانور جو ایک دوسرے کے شدید دشمن تھے وہ اس طرح اکٹھے ہو گئے کہ بالآخر جب ان پر موت آئی تو ان کی اکٹھی قبر بن گئی گویا ایک دوسرے سے جُڑے ہوئے بڑی محبت کے ساتھ بیٹھے ہوئے ہیں۔ مگر یہ وقتی محبتیں زندگی نہیں بخشا کرتیں۔ یہ تو ایک خوف کی وجہ سے ایک منفی طاقت کے نتیجہ میں پیدا ہوتی ہیں۔ مگر صاحبِ عقل لوگ وہ ہوتے ہیں جو مثبت طاقتوں پر اکٹھے ہوتے ہیں۔ محبتوں کے نتیجہ میں ان کے دل ملتے ہیں۔ ان میں رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ کا نقشہ نظر آتا ہے۔

فرمایا: ان کا حال بھی وہی ہوگا جو ان سے پہلے قدیم قوموں کا گزر چکا ہے۔ یہ لوگ بچا نہیں کرتے۔ ''وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ'' اور چونکہ یہ خدا کی تقدیر سے ٹکر لے رہے ہیں اس لئے دردناک عذاب سے بچ نہیں سکتے''۔

خلافت خامسہ کی
عظیم الشان اور بابرکت تحریکات

مرتبہ: حبیب الرحمن زیروی-ربوہ

قسط نمبر5 ۔(آخری)

(87)قضائی فیصلوں کی تعمیل کی تحریک

''پس ہر احمدی کو یہ یاد رکھنا چاہئے کہ جھگڑوں کی صورت میں(جو ذاتی جھگڑے ہوتے ہیں)، اپنے دماغ میں سوچے ہوئے فیصلوں کو اہمیت نہ دیا کریں بلکہ نظام کی طرف سے جو فیصلہ ہوجائے، قضا کی طرف سے ہوجائے جوکئی مرحلوں میں سے گزرنے کے بعد ہوتا ہے اسے اہمیت دیں۔ پھر بعض وقت خلیفۂ وقت کی طرف سے بھی انہی فیصلوں پر صاد ہوتا ہے۔اس کے باوجود یہ زور ہوتا ہے کہ نہیں، فیصلہ غلط ہوا ہے۔ٹھیک ہے، فیصلہ غلط ہوسکتا ہے لیکن فیصلہ کرنے والے کی نیت پر شبہ نہیں کرنا چاہئے کیونکہ اس سے پھر فتنہ پیدا ہوتا ہے اور پھر مسلسل اس کے خلاف باتیں کرنا اور پھر یہ کہنا کہ اب مجھے دنیاوی عدالتوں میں بھی جانے کی اجازت دی جائے تو یہ ایک مومن کی شان نہیں ہے۔مومن وہی ہیں جو خوشی سے اس فیصلے کو تسلیم کرلیں۔ اگر کسی نے اپنی لفاظی کی وجہ سے یا دلائل کی وجہ سے اپنے حق میں فیصلہ کروالیا ہے یا غلط ریکارڈ کی وجہ سے فیصلہ کروالیا ہے اور دوسرا فریق اپنی کم علمی کی وجہ سے یا ریکارڈ میں کمی کی وجہ سے اپنے حق سے محروم بھی ہوگیا ہے تو پھر اللہ کے رسول ﷺ کا یہ ارشاد ہے کہ غلط فیصلہ کروانے والا آگ کا گولہ لیتا ہے یا اپنے پیٹ میں بھرتا ہے تو پھر وہ اس کا اور خدا کا معاملہ ہوگیا۔ مومنین کی شان یہ ہے کہ فتنے سے بچیں۔نظام کے خلاف باتیں کرکے، بول کر اپنے حق سے محروم کئے جانے والا شخص اگر اپنے زُعم میں، اپنے خیال میں اپنے آپ کو صحیح بھی سمجھ رہا ہے تو اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو بھی ایمان سے محروم کررہا ہوتا ہے۔بعض دفعہ یہ چیز دیکھنے میں آتی ہے۔ پس مومن کی ایک بہت بڑی خصوصیت اطاعت ہے۔امن قائم کرنے کے لئے تھوڑا سا نقصان بھی برداشت کرنا ہوتو کرلینا چاہئے اور اطاعت کو ہر چیز پر حاوی کرنا چاہئے اور اس کو ہر چیز پر مقدم سمجھنا چاہئے۔ اللہ کی رضا کے حصول کی کوشش کرنا اور اس پر توکل کرنا ایسی چیز ہے جس پر اللہ تعالیٰ انعامات سے نوازتا ہے اور پھر ایسے ذرائع سے مدد فرماتا ہے کہ انسان سوچ بھی نہیں سکتا یہ بھی اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے۔''

(روزنامہ الفضل ربوہ21 اگست 2007ء)

(88)غرباء کی عزت کا خیال رکھیں

'' اپنی استعمال شدہ چیزوں میں سے دیتے ہیں یا پہنے ہوئے کپڑوں کے دیتے ہیں تو ایسے لوگوں کو اپنے بھائیوں، بہنوں کی عزت کا خیال رکھنا چاہئے۔ بہتر ہے کہ اگر توفیق نہیں ہے تو تحفہ نہ دیں یا یہ بتا کر دیں کہ یہ میری استعمال شدہ چیز ہے اگر پسند کرو تو دوں۔ پھر بعض لوگ لکھتے ہیں کہ ہم غریب بچیوں کی شادیوں کے لئے اچھے کپڑے دینا چاہتے ہیں جو ہم نے ایک آدھ دن پہنے ہوئے ہیں۔اور پھر چھوٹے ہو گئے یا کسی وجہ سے استعمال نہیں کرسکے۔تو اس کے بارہ میں واضح ہو کہ چاہے ایسی چیزیں ذیلی تنظیموں، لجنہ وغیرہ کے ذریعہ یا خدام الاحمدیہ کے ذریعہ ہی دی جا رہی ہوں یا انفرادی طور پر دی جارہی ہوں تو ان ذیلی تنظیموں کو بھی یہی کہا جاتا ہے کہ اگر ایسے لوگ چیزیں دیں تو غریبوں کی عزت کا خیال رکھیں اور اس طرح، اس شکل میں دیں کہ اگر وہ چیز دینے کے قابل ہے تو دی جائے۔ یہ نہیں کہ ایسی اُترن جو بالکل ہی ناقابل استعمال ہو وہ دی جائے۔ داغ لگے ہوں، پسینے کی بو آرہی ہو کپڑوں میں سے۔تو غریب کی بھی ایک عزت ہے اس کا بھی خیال رکھنا چاہئے۔ اور ایسے کپڑے اگر دئے جائیں تو صاف کرواکر، دھلاکر، ٹھیک کرواکر، پھر دئے جائیں۔''

(روزنامہ الفضل 4 ستمبر 2007ء)

(89)خدمت خلق کی تحریک

''یہاں ایک اور بات بھی عرض کرنا چاہتا ہوں کہ جماعتی سطح پر یہ خدمت انسانیت حسب توفیق ہو رہی ہے۔ مخلصین جماعت کو خدمت خلق کی غرض سے اللہ تعالیٰ توفیق دیتا ہے، وہ بڑی بڑی رقوم بھی دیتے ہیں جن سے خدمت انسانیت کی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے افریقہ میں بھی اور ربوہ اور قادیان میں بھی واقفین ڈاکٹر اور اساتذہ خدمت بجالا رہے ہیں۔ لیکن میں ہر احمدی ڈاکٹر، ہر احمدی ٹیچر اور ہر احمدی وکیل اور ہر وہ احمدی جو اپنے پیشے کے لحاظ سے کسی بھی رنگ میں خدمت انسانیت کرسکتا ہے، غریبوں اور ضرورت مندوں کے کام آ سکتا ہے، ان سے یہ کہتا ہوں کہ وہ ضرور غریبوں اور ضرورت مندوں کے کام آنے کی کوشش کریں۔تو اللہ تعالیٰ آپ کے اموال و نفوس میں پہلے سے بڑھ کر برکت عطا فرمائے گا انشاء اللہ۔ اگر آپ سب اس نیت سے یہ خدمت سرانجام دے رہے ہوں کہ ہم نے زمانے کے امام کے ساتھ ایک عہد بیعت باندھا ہے جس کو پورا کرنا ہم پر فرض ہے تو پھر دیکھیں کہ انشاء اللہ تعالیٰ، اللہ تعالیٰ کے فضلوں اور برکتوں کی کس قدر بارش ہوتی ہے جس کو آپ سنبھال بھی نہیں سکیں گے''۔

(روزنامہ الفضل ربوہ 4 ستمبر 2007ء)

(90)کم از کم 70% نومبائعین کو تجنید میں شامل کرنے کی تحریک

''حضور انور نے فرمایا کہ مَیں نے تحریک کی تھی کہ کم از کم 70 فیصد نومبائعین کو نظام جماعت کا فعال حصہ بنایا جائے۔اس سلسلہ میں بھی کئی ممالک میں اچھا کام ہوا ہے۔ مثلاً غانا نے 98 ہزار نومبائعین سے رابطے بحال کئے ہیں۔حضور انور نے کئی اور ممالک کے نومبائعین سے رابطے بحال کرنے کے اعداد وشمار بیان فرمائے۔''

(الفضل انٹرنیشنل31 اگست تا6 ستمبر 2007ء)

(91)اسلام کی خوبصورت تعلیم دوسروں تک پہنچائیں

''ہر احمدی کا فرض ہے کہ جہاں مخالفین کے اعتراض کو ردّ کریں، ان کو جواب دیں وہاں ان شرفاء کا شکریہ بھی ادا کریں جو ابھی تک اخلاقی قدریں رکھے ہوئے ہیں۔ اُن تک اسلام کی خوبصورت تعلیم پہنچائیں۔ ان کے اندر جو نیک فطرت اور انصاف پسند انسان ہے، اس کو ایک خدا کا پیغام پہنچائیں۔ آج دنیا میں جو ہر طرف افراتفری ہے اس کی وجوہات بتائیں کہ تم لوگ خدا سے دور جا رہے ہو، اپنے پیدا کرنے والے خدا کو پہچانو، ان میں بھی ایک خدا کا پیغام پہنچائیں ان کو بتائیں کہ دل کا چین اور سکون دنیا کی چکا چوند اور لہو ولعب میں نہیں ہے، نشّہ میں نہیں ہے۔ دلی سکون کے لئے یہاں کے لوگ نشّہ کی بہت آڑ لیتے ہیں، ہر قسم کا نشہ کرتے ہیں۔ ان کو بتائیں کہ اصل سکون خدا کی طرف آنے میں ہے، اس لئے اس خدا کو پہچانو جو واحد اور تمام قدرتوں کا مالک ہے۔ جو لوگ حد سے بڑھے ہوئے ہیں اور مذہب سے دور جانے والے ہیں یا مذہب اور خاص طور پر اسلام سے استہزاء کرنے والے ہیں، ان کے پیچھے نہ چلو۔ اللہ تعالیٰ حد سے گزرنے والوں کی پکڑ بھی کرتا ہے، ولدر (Wilders) جیسے لوگوں کو بھی بتائیں کہ اللہ کے عذاب کو دعوت نہ دو، اور اللہ کی غیرت کو نہ بھڑکاؤ۔''

(الفضل انٹرنیشنل14 ستمبر تا20 ستمبر 2007ء)

(92)اطاعت نظام کا جذبہ پہلے سے بڑھ کر اپنے دلوں میں پیدا کریں

''ہمیشہ یاد رکھیں کہ ایک احمدی پر اللہ تعالیٰ کے فضل جماعت میں شامل ہونے کی وجہ سے اور جماعت بن کر رہنے کی وجہ سے ہیں۔ نظام جماعت کے ساتھ منسلک رہنے کی وجہ سے ہیں۔ اطاعت کے جذبے کے تحت ہر خدمت بجالانے کی وجہ سے ہیں۔ پس اس چیز کو ہمیشہ پیش نظر رکھیں اور اطاعت نظام کا جذبہ پہلے سے بڑھ کر اپنے دلوں میں پیدا کریں۔ جیسا کہ مَیں پہلے بھی کئی مرتبہ کہہ چکا ہوں کہ ہر احمدی اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے تعلق کے معیار کو بلند سے بلند تر کرنے کی کوشش کرتا رہے۔ اطاعت نظام کے اعلیٰ نمونے دکھائے۔ ہمیشہ یاد رکھیں کہ اطاعت خلافت، اطاعت نظام سے منسلک ہے۔''

(روزنامہ الفضل ربوہ 30۔اکتوبر 2007ء)

(93)خلافت احمدیہ کی نئی صدی کے لئے دعاؤں کی تحریک کی یاددہانی

''پس خلافت احمدیہ کی نئی صدی میں داخل ہونے کے لئے بھی خالصتاً اس کا ہوکر دعاؤں میں وقت گذارنا چاہئے تاکہ ہمیشہ اس کے انعامات کے وارث بنتے چلے جائیں۔ اس لئے میں نے تقریباً دو سال ہوئے خطبہ جمعہ میں خلافت کی نئی صدی کے استقبال کے لئے دعاؤں اور بعض نفلی عبادتوں کے ساتھ داخل ہونے کی تحریک کی تھی جس میں تقریباً دس ماہ کا عرصہ رہ گیا ہے جب جماعت پر اللہ تعالیٰ کے اس انعام کو سو سال پورے ہوجائیں گے۔ مجھے امید ہے کہ اس پر عمل بھی ہو رہا ہوگا۔

آج میں ان دعاؤں سے متعلق یاددہانی کرواتے ہوئے ہر احمدی سے کہتا ہوں کہ بقایا عرصے میں ایک توجہ کے ساتھ ان دعاؤں کو پڑھیں تاکہ جب ہم اگلی صدی میں اللہ تعالیٰ کے حضور عاجزی کرتے ہوئے داخل ہوں تو اللہ تعالیٰ کے احسانات اور انعامات سے پہلے سے بڑھ کر جماعت احمدیہ فیض پا رہی ہو اور اللہ تعالیٰ اپنے احسانات جماعت پر نازل فرما رہا ہو۔

پس ہر احمدی پہلے سے بڑھ کر اپنی دعاؤں کے نذرانے اللہ تعالیٰ کے حضور پیش کرنے والا بن جائے۔ ہر دعا جس کے پڑھنے کی تحریک کی گئی تھی اپنے اندر برکات سمیٹے ہوئے ہے اور خلافت کے حوالے سے بھی اس کی بڑی اہمیت ہے۔ ان کا میں مختصر ذکر کر دیتا ہوں۔''

(الفضل انٹرنیشنل2 تا8 نومبر 2007ء)

(94)دیگ صاف کرنے والی مشین بنانے کی تحریک

''پھر برتنوں کی صفائی دھلائی کے معیار کو بہتر کرنے کیلئے ہمارے ایک انجینئر نے دیگیں دھونے کیلئے ایک سیمی آٹو میٹک (Semi Automatic) مشین بنائی ہے جس میں مزید بہتری پیدا کرکے اس کو آٹو میٹک کرنے کی کوشش کررہے ہیں جس سے ایک منٹ میں ایک دیگ اس طرح چمک جاتی ہے جیسے کبھی اس کو استعمال ہی نہیں کیا گیا ہو، بالکل نئی ہو۔تو یہ بھی اس دفعہ کے بہتر انتظامات میں ایک نئی چیز شامل ہے۔ میں نے انجینئر صاحب کو کہا ہے کہ اور ایسی مشینیں بنائیں اور اس میں مزید بہتری پیدا کریں اور اس کو پیٹنٹ (Patent) کروالیں۔''

(الفضل انٹرنیشنل28 ستمبر تا4۔اکتوبر 2007ء)

(95)خلافت جوبلی جلسہ کی تیاری کی تحریک

''اگلے سال انشاء اللہ تعالیٰ خلافت جوبلی سال کا جلسہ آ رہا ہے۔امید ہے انشاء اللہ تعالیٰ حاضری بھی اس سال سے زیادہ ہوگی اور انتظامات بھی اس سال سے شاید زیادہ وسیع کرنے پڑیں۔ اس لئے اللہ تعالیٰ کے اس پیغام کو بھی پہلے سے بڑھ کر یاد رکھیں کہ تمہارے انتظامات کی بہتری میری مرہون منت ہے۔ اس لئے ہمیشہ میرے پہلے انعاموں پر، احسانوں پر، رحمانیت کے جلوے دکھانے پر پہلے سے بڑھ کر شکرگزار بندے بنتے ہوئے میرے آگے جھکنے والے بنو۔ انتظامات کی احسن رنگ میں سرانجام دہی کو صرف اپنی ہوشیاری اور چالاکی اور عقل اور محنت پر محمول نہ کرو بلکہ میری خاطر کئے گئے کاموں میں، اللہ تعالیٰ کی خاطر کئے گئے کاموں میں، اسی وقت برکت پڑے گی جب اللہ تعالیٰ کا حقیقی عبد بنتے ہوئے جب اللہ تعالیٰ کا عبد شکور بنتے ہوئے اللہ کے آگے جھکتے

ہوئے اس کا شکر گزار بنو گے۔‘‘

(الفضل انٹرنیشنل 28 ستمبر تا 4۔اکتوبر 2007ء)

(96) یتامیٰ کی خبر گیری کی تحریک

’’پس ہمیشہ یتیموں کی ضرورتوں کا خیال رکھو اور خاص طور پر جو دین کی خاطر جان قربان کرتے ہیں ان کا تو بہت زیادہ خیال رکھنا چاہئے تا کہ ان کے بچوں کے دل میں کبھی یہ خیال نہ آئے کہ ہمارے باپ نے دین کی خاطر جان قربان کر کے ہمیں اکیلا چھوڑ دیا ہے۔ بلکہ ہر شہید کی اولاد کو اس بات پر فخر ہو کہ ہمارے باپ نے دین کی خاطر جان قربان کر کے دائمی زندگی پا لی اور ہمارے سر بھی فخر سے اونچے ہو گئے۔ ہمیشہ ایسے بچوں کو یہ خیال رہے کہ دنیاوی لحاظ سے جماعت نے اور افراد جماعت نے ہمیں یوں اپنے اندر سمو لیا ہے اور ہماری ضروریات اور ہمارے حقوق کا یوں خیال رکھا ہے جس طرح ایک بھائی اپنے بھائی کا رکھتا ہے۔ جس طرح ایک باپ اپنے بچے کا رکھتا ہے۔ ہمیشہ ان بچوں میں یہ احساس رہے کہ ہماری تربیت کا ہمارے بھائیوں نے بھی اور جماعت نے بھی حق ادا کر دیا ہے۔ اگر کسی بچے کا باپ اس کے لئے جائیداد چھوڑ کر مرا ہے تو اس کے قریبی اور ارد گرد کے لوگ اس کی جائیداد پر نظر رکھتے ہوئے اسے ہڑپ کرنے کی کوشش نہ کریں، ختم کرنے کی کوشش نہ کریں۔ جھوٹے طریقے سے یتیم کو اس کے باپ کی جائیداد سے محروم کرنے کی کوشش نہ کریں۔‘‘

(الفضل انٹرنیشنل 7 دسمبر تا 13 دسمبر 2007ء)

(97) تحریک جدید اور وقف جدید میں نومبائعین کو خاص طور پر شامل کریں

’’جس سعید فطرت نے احمدیت قبول کی ہے اس نے تو اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول اور مومنین کی جماعت میں شامل ہونے کے لئے احمدیت قبول کی ہے۔ عہدیداران بھی اور مربیان بھی اُسے جب تک ان باتوں کا صحیح ادراک نہیں پیدا کروائیں گے ان کو کس طرح پتہ چل سکتا ہے کہ ان تحریکات کی کیا اہمیت ہے۔ پس جیسا کہ مَیں پہلے بھی کئی دفعہ کہہ چکا ہوں کہ تحریک جدید اور وقف جدید میں نومبائعین کو خاص طور پر ضرور شامل کریں۔ چاہے وہ معمولی سی رقم دے کر شامل ہوں اور اُن کو اُن خصوصیات میں سے کسی سے بھی محروم نہ رہنے دیں جو مومنین کی جماعت کا خاصّہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہر فرد جماعت اور عہدیداران کو اس روح کو سمجھنے کی توفیق دے اور قربانیوں میں بڑھنے کی توفیق دے۔‘‘

(روزنامہ الفضل ربوہ 27 دسمبر 2007ء)

(98) کسی سے ظلم کا بدلہ ظلم سے نہیں لینا

’’آج احمدی بھی یاد رکھیں کہ انشاء اللہ تعالیٰ یہ نظارہ دہرایا جانے والا ہے اور ہم نے کسی سے دشمنی کا بدلہ ظلم اور انتقام سے نہیں لینا بلکہ وہ راستہ اختیار کرنا ہے جو ہمارے سامنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اسوہ سے پیش فرمایا۔ مخالفین احمدیت بھی یاد رکھیں کہ تم جو احمدیوں کو عقل سے عاری سمجھتے ہو کہ انہوں نے مسیح موعود کو مان کر یہ بڑا غلط فیصلہ کیا ہے۔ یہ وقت بتائے گا کہ عقل سے عاری کون ہیں اور عقل والا کون ہے۔ غلط فیصلہ کرنے والا کون ہے اور صحیح فیصلہ کرنے والا کون ہے۔ پس مخالفتیں بند کرو اور عزیز خدا کے سامنے جھکو اور اس سے حکمت مانگو۔ یہ ظلم جو احمدیوں پر ہو رہا ہے انشاء اللہ تعالیٰ یہ زیادہ دیر نہیں چلے گا۔ فتح ہماری ہے اور یقیناً ہماری ہے اور آج ہر ایک کو یہ سمجھ لینا چاہئے کہ انشاء اللہ وہ دن دور نہیں جب یہ نظارے قریب ہونے والے ہیں۔‘‘

(الفضل انٹرنیشنل 4 جنوری تا 11 جنوری 2008ء)

(99) استحکام پاکستان کیلئے دعاؤں کی تحریک

’’ایک دُعا کی طرف بھی توجہ دلانی چاہتا ہوں۔ جیسا کہ آپ سب جانتے ہیں کہ پاکستان کے حالات آج کل انتہائی ناگفتہ بہ ہیں۔ حکومت بھی بظاہر لگتا ہے کہ بالکل مجبور ہو چکی ہے، نہ ہونے کے برابر ہے اور ہر چیز دہشت گردوں اور شدت پسندوں کے ہاتھوں میں ہے۔ اسلام کا نام لے کر اسلام کے احکامات کے خلاف حرکتیں کی جا رہی ہیں۔ اللہ کا رسولؐ تو یہ کہتا ہے کہ وہ مسلمان ہی نہیں ہے جس نے دوسرے مسلمان کو مارا اور یہاں ہر ایک دوسرے کو مارنے پر تلا ہوا ہے۔ ہر روز درجنوں جانیں ضائع ہو جاتی ہیں۔ دہشت گردی حد سے زیادہ بڑھی ہوئی ہے۔ کئی بچے یتیم ہو رہے ہیں، کئی عورتیں بیوہ ہو رہی ہیں۔ کیئوں کے سہاگ اجڑ رہے ہیں۔ لیکن ان کو کوئی سمجھ نہیں آ رہی کہ کیا ہو رہا ہے، کس طرف یہ لوگ جا رہے ہیں۔ تو دعا کریں اللہ تعالیٰ ان کو عقل دے اور سمجھ دے۔

احمدیوں کا تو اس ملک کے قیام میں بھی حصہ ہے۔ احمدیوں کے خون اس ملک کے قیام کے وقت بھی بہے ہیں۔ احمدیوں کے خون اس ملک کی تعمیر میں بھی بہے ہیں احمدیوں کے خون اس ملک کی حفاظت کے لئے بھی بہے ہیں۔ اور یہ وطن سے محبت کا تقاضا بھی ہے کہ ہم آج بھی اللہ تعالیٰ کے حضور جھکیں۔ کیونکہ اب جو حالات ہیں ویسے بھی ہمارے پاس اور کوئی طاقت نہیں جو ظلم کو روک سکیں۔ ظلم سے روکنے کے لئے ایک چیز جو ہمارے پاس ہے وہ دُعا ہے۔ اس لئے دُعاؤں کی طرف بہت زیادہ توجہ دیں۔

پاکستان میں رہنے والے احمدی بھی بہت زیادہ دعائیں کریں۔ دنیا کے دوسرے ملکوں میں جو پاکستانی احمدی رہ رہے ہیں وہ بھی اس ملک کے لئے دعا کریں۔ بلکہ دنیا میں رہنے والے غیر پاکستانی احمدی بھی دعا کریں کہ پاکستانی احمدیوں کا ان ملکوں پر یہ بھی احسان ہے کہ انہوں نے پہلے جا کر وہاں اس زمانے کے امام کا پیغام پہنچایا اور انہیں وہ راستے دکھائے اور انہیں وہ تعلیم دکھائی اور اس آسمانی پانی سے آگاہ کیا جو اس زمانے کے امام کے ذریعے ہم تک پہنچا۔ تو احسان کا بدلہ اتارنے کے لئے بھی مَیں سمجھتا ہوں کہ ہر احمدی کو آج کل پاکستانی احمدیوں کے لئے اور ان کے ملک کے لئے دعا کرنی چاہئے‘‘۔

(الفضل انٹرنیشنل 18 تا 24 جنوری 2008ء)

(100) قلم کے ذریعہ جہاد کی تحریک

’’حکم اور عدل نے یہ فیصلہ دیا ہے کہ اس زمانے میں میرے آنے کے ساتھ تیر و تفنگ تلوار بندوق کے ساتھ جہاد بند ہے اور اب جہاد کیلئے تم بھی وہی حربے استعمال کرو جو مخالفین استعمال کر رہے ہیں یا تمہارا دشمن استعمال کر رہا ہے۔ مخالف لٹریچر اور میڈیا کے ذریعہ سے اسلام کے خلاف نفرت پھیلا رہا ہے تو تم بھی لٹریچر کے ذریعہ سے نہ صرف اس کا دفاع کرو بلکہ قرآنی تعلیم کو پھیلا کر ثابت کرو کہ یہی ایک تعلیم ہے جو نجات دلانے والی تعلیم ہے جو کہ خدائے واحد کی طرف سے ہے‘‘۔

(الفضل انٹرنیشنل یکم فروری تا 7 فروری 2008ء)

(101) زیادہ سے زیادہ بچوں کو وقف جدید میں شامل کرنے کی تحریک

’’حضور انور نے فرمایا کہ ہر سال وقف جدید کا مالی جائزہ لیا جاتا ہے اور نئے سال کا اعلان کیا جاتا ہے اسی وجہ سے میں بھی آج وقف جدید کے بارے میں بات کر رہا ہوں۔ یہ سال 2008ء کا پہلا جمعہ ہے اور اس کے ساتھ میں وقف جدید کے 51ویں سال نو کا اعلان کرتا ہوں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے بچوں سے کہا تھا کہ تم وقف جدید کا بوجھ اٹھاؤ اور اپنے بڑوں کو بتا دو کہ احمدی بچے بھی جب ایک فیصلہ کر کے کھڑے ہو جائیں تو بڑے بڑے انقلاب لانے میں مددگار بن جاتے ہیں۔ چنانچہ احمدی بچوں اور بچیوں نے اس تحریک میں ایک دوسرے سے بڑھ کر مالی قربانیاں دینے کی کوشش کی۔ اب جبکہ یہ وقف جدید کی تحریک تمام دنیا میں رائج ہے تو بچے اور ماں باپ بھی اس طرف خاص توجہ کریں اور سیکرٹریان وقف جدید، جماعتی نظام اور اسی طرح ناصرات اور اطفال کی ذیلی تنظیمیں بھی اس طرف توجہ کریں کہ زیادہ سے زیادہ بچے وقف جدید کے چندے میں شامل کریں۔‘‘

(102) جماعت اور ذیلی تنظیمیں ایسے پروگرام بنائیں جن سے ہمارے قربانیوں کے معیار بلند ہوں

’’حضور انور نے فرمایا کہ نومبائعین کے جماعت سے تعلق میں مضبوطی تبھی پیدا ہوتی ہے جب وہ مالی قربانی میں شامل ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے نومبائعین اس حقیقت کو سمجھ گئے ہیں۔ وہ جماعت سے تعلق، حضرت مسیح موعود سے محبت اور اخلاص میں فنا ہونے کی منازل دوڑتے ہوئے طے کر رہے ہیں۔ پس نئے یا پرانے احمدیوں میں سے جو کمزور ہیں وہ یاد رکھیں کہ مسلسل کوشش اور جدوجہد انہیں وہ مقام دلائے گی جو اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کا مقام ہے۔ انتظامیہ کا بھی فرض ہے کہ احباب جماعت اور نومبائعین کو اس کی اہمیت بتائیں اور جب تک عہدیداران کے اپنے معیار قربانی نہیں بڑھیں گے ان کی بات کا اثر نہیں ہوگا۔ اس زمانے میں جب ہر طرف مادیت کا دور دورہ ہے مالی قربانی نفس کی اصلاح کا ایک بہت بڑا ذریعہ ہے۔ اب جبکہ ہم چند ماہ تک خلافت احمدیہ کی نئی صدی میں داخل ہونے والے ہیں، جماعتی نظام اور ذیلی تنظیمیں ایسے پروگرام بنائیں جن سے ہمارے قربانیوں کے ہر قسم کے معیار بلند ہوں اور اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کی تڑپ ہر ایک میں پیدا ہو جائے۔‘‘

(103) ظاہری اور باطنی صفائی کی تحریک

حضور انور نے فرمایا کہ تزکیہ سے ظاہری صفائی بھی مراد ہے۔ اللہ تعالیٰ باطنی صفائی کے ساتھ ظاہری صفائی بھی پسند فرماتا ہے۔ نظافت اور صفائی کے بارے میں خاص طور پر ہدایت ہے۔ آنحضرتؐ نے جمعہ والے دن خاص طور پر غسل کرنے اور خوشبو وغیرہ لگانے کا حکم دیا ہے۔ بیت الذکر میں ایسی چیز کھا کر آنے سے منع فرمایا ہے جن کی وجہ سے منہ سے بو آتی ہو۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ طہارت‘ پاکیزگی اور صاف ستھرا رہنا ایمان کا ایک حصہ ہے۔ پھر حضور انور نے تزکیہ قلب کے حوالے سے چند ایک برائیوں کی نشاندہی کی تا کہ ان برائیوں کو اپنے اندر سے نکال باہر پھینکا جائے اور تا کہ تزکیہ قلب حقیقی رنگ میں ہو۔ فرمایا ان میں سے ایک حسد ہے، جھوٹ ہے اور قرض لے کر واپس نہ کرنے کی عادت ہے۔ آجکل کے معاشرے میں ان باتوں نے مسائل پیدا کئے ہوئے ہیں۔ فرمایا کہ دلوں کی پاکیزگی اگر قائم رکھنی ہے اور اس مزکی کی تعلیم سے فائدہ اٹھانا ہے تو ان برائیوں سے بچنے کی ہر ایک کو کوشش کرنی چاہئے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس عظیم رسول اور مزکی کی تعلیم پر عمل کرتے ہوئے ان لوگوں میں شامل فرمائے جن کے بارے میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ کامیاب ہو گیا جو پاک ہوا۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ ہمیں پاک لوگوں میں شامل کرتا رہے۔

(104) نماز باجماعت کے قیام کی طرف خصوصی توجہ دینے کی تحریک

خدا تعالیٰ کا حکم ہے کہ تم خود بھی نمازوں کی طرف توجہ کرو اور اپنے گھر والوں کو بھی توجہ دلاؤ کیونکہ یہ تمہارے ہی فائدے کیلئے ہے۔ اس دنیا میں بھی اس کے پھل ہیں اور آخرت میں بھی متقی ہی ہے جو فلاح پانے والا ہوگا۔ پس اللہ تعالیٰ یہ نمازیں فرض کر کے تم پر کوئی ٹیکس نہیں لگا رہا بلکہ اپنے مقصد پیدائش کو پورا کرنے والے انسان کو انعامات سے نواز رہا ہے۔ حضور انور نے نمازوں کی کیفیت‘ نماز پڑھنے کے دوران مختلف حالتوں اور جوارح کی حرکات کی حکمت اور ان کو ادا کرنے کے طریق کے بارے میں حضرت مسیح موعود کے ارشادات کے حوالے سے بڑی تفصیل کے ساتھ روشنی ڈالی۔ حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں کہ نماز سے بڑھ کر اور کوئی وظیفہ نہیں ہے کیونکہ اس میں حمد الٰہی ہے‘ استغفار ہے اور درود شریف۔ تمام وظائف اور اوراد کا مجموعہ یہ نماز ہے۔ حضور انور نے فرمایا کہ پس ہم احمدیوں کا کام ہے کہ نہ صرف نمازوں میں باقاعدگی اختیار کریں۔ بلکہ ہمارے جسم کا ہر ذرہ اور ہماری روح بھی اس کے آگے جھک جائے اور ہمارے سینے سے اُگل اُگل کر وہ دعائیں نکلیں جو ہمیں خدا کا مقرب بنا دیں۔ اللہ کرے کہ ایسا ہی ہو۔

THOMPSON & CO SOLICITORS

Consult us for your legal requirements such as Immigration & Nationality, Conveyancing & Employment, Welfare Benefits, Personal Injury, Family & Ancillary Proceedings,, Wills & Probate, Criminal Litigation .

Contact:

Anas A.Khan, John Thompson Solicitors

1st floor 48 Tooting High Street

London SW17 0RG

Tel: 020 8333 0921+020 8767 5005

Mobile: 0780-3298065 Fax: 020 8871 9398

خطبہ جمعہ

قرآن کریم کی تلاوت کا حق مومنین کے نیک اعمال کے ساتھ مشروط ہے

تلاوت کا حق یہ ہے کہ جب قرآن کریم پڑھیں تو جو اوامر و نواہی ہیں ان پر غور کریں۔ جن کے کرنے کا حکم ہے ان کو کیا جائے، جن سے رُکنے کا حکم ہے ان سے رُکا جائے۔

صحت تلفظ اور خوش الحانی سے قرآن مجید کی تلاوت کے ساتھ ساتھ اس بات کی ضرورت ہے کہ ترجمۂ قرآن کی طرف بھی توجہ دی جائے۔ ذیلی تنظیموں اور جماعتی نظام کو اس طرف توجہ دینے کی تاکید

آج جب اسلام دشمن طاقتیں اسلام کے خلاف اپنے بغض اور کینوں کے اوچھے ہتھکنڈوں کے ساتھ اظہار پر تُلی ہوئی ہیں تو ہمارا کام ہے کہ پہلے سے بڑھ کر کلام الٰہی کو پڑھیں، اس کے پیغام کو سمجھیں اور اس پر تدبر کریں اور اس کی تعلیمات پر کاربند ہوں۔

(قرآن مجید، احادیث نبویہ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ارشادات کے حوالوں سے قرآن مجید کی تلاوت کے آداب اور اس نعمت کی قدر کرنے کی تاکیدی نصائح)

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز-فرمودہ 7 مارچ 2008ء بمطابق 7 امان 1387ہجری شمسی بمقام مسجد بیت الفتوح، لندن (برطانیہ)

(خطبہ جمعہ کا یہ متن ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے)

أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيكَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ

أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ- بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ۔ اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ۔ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ۔ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِالْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَاالضَّآلِّيْنَ۔

اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَتْلُوْنَهٗ حَقَّ تِلَاوَتِهٖ۔ اُوْلٰٓئِكَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ۔ وَمَنْ يَّكْفُرْبِهٖ فَاُوْلٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ۔ (سورۃ البقرہ:122)

گزشتہ خطبہ میں مَیں نے قرآن کریم کے حوالے سے بات کی تھی کہ کیوں مغرب میں اس قدر اسلام کے خلاف نفرت اور استہزاء کی فضا پیدا کی جا رہی ہے اور یہ بھی بتایا تھا کہ اللہ تعالیٰ کا اسلام کے غلبے کا بھی اور قرآن کریم کی حفاظت کا بھی وعدہ ہے۔ پس اس میں تو کوئی شک نہیں کہ جتنی بھی یہ کوشش چاہیں کر لیں ان کے یہ رکیک حملے نہ اسلام کا کچھ بگاڑ سکتے ہیں اور نہ اس کامل کتاب کے حسن کو ماند کر سکتے ہیں۔ ہاں ایسے لوگ جو سامنے آ کر حملے کر رہے ہیں یا وہ جو پیچھے سے ان کی پشت پناہی کر رہے ہیں ان کے اسلام کے خلاف بغض اور کینوں کے اظہار ہو رہے ہیں۔ بہرحال یہ کام تو ان اسلام دشمنوں نے کرتے رہنا ہے اس لئے اس کی کوئی فکر نہیں کہ کیا کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا اس کی یعنی قرآن کریم کی حفاظت کا وعدہ ہے۔ لیکن جب ایسی حرکتیں ہوں اسلام مخالفین کی تو اس پر ہمارا ردعمل کیا ہونا چاہئے۔ ایک احمدی مسلمان کو اپنے اندر کیا خصوصیات پیدا کرنی چاہئیں جس سے وہ دشمنوں کے حملے کے ردّ کے لئے تیار ہو سکے۔ اس فوج کا سپاہی بن سکے جس کے لئے اس نے زمانے کے امام سے عہد باندھا ہے۔ ان فضلوں کا وارث بن سکے جو اللہ تعالیٰ نے اسلام کی خوبصورت تعلیم کو اپنے اوپر لاگو کرنے والوں کے لئے مقدر کئے ہوئے ہیں۔

اس بارے میں کچھ باتیں میں کہوں گا کہ اللہ تعالیٰ ہم سے کیا چاہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ اس خوبصورت تعلیم کے بارے میں کیا ارشاد فرماتے ہیں اور آپؐ کے عاشق صادق نے اس پیغام کو ہم پر واضح کرتے ہوئے ہم سے کیا توقعات رکھی ہیں؟ لیکن اس سے پہلے میں ایک کتاب کے حوالے سے ذکر کرنا چاہتا ہوں جو گزشتہ دنوں نظر سے گزری۔ کتاب کا نام ہے Women Embracing Islam ’عورتیں اسلام قبول کر رہی ہیں، اور مختلف حوالے سے ذکر ہے کہ کیوں یہی صنف جو ہے وہ اسلام قبول کر رہی ہے۔ یہ کتاب کسی ایک مصنف کی نہیں ہے بلکہ کیرن وان نیومین (KARIN VAN NIEUMAN) نے ایڈٹ (edit) کی ہے۔ اصل میں تو یہ مختلف لوگوں کی تحقیقات کا نتیجہ ہے۔ ہالینڈ کے ایک شہر میں جس کا نام ہے نائے میخن (NIJMEGEN)۔ اس کی ایک یونیورسٹی میں ایک کانفرنس ہوئی۔ وہاں ریسرچ پیپرز یعنی تحقیقی مقالے پڑھے گئے۔ 2003ء میں یہ کانفرنس ہوئی تھی۔ اس کو خاتون نے ایڈٹ کیا اور 2006ء میں ٹیکساس یونیورسٹی پریس نے اس کی اشاعت کی۔ اس کتاب میں جیسا کہ میں نے کہا مختلف لوگوں کے حوالے سے باتیں ہیں۔ ابتداء اس کی اس طرح ہوتی ہے کہ مذہب میں گزشتہ چند دہائیوں سے دلچسپی پیدا ہو رہی ہے۔ اور پھر لکھتے ہیں کہ 11 ستمبر 2001ء کے بعد دنیا کی اسلام میں واضح دلچسپی پیدا ہو رہی ہے۔ لکھتے ہیں کہ یہ ان لوگوں کا عمومی تاثر ہے کا جو اسلام مخالف مغربی عیسائی ہیں کہ لوگوں میں یہ دلچسپی پیدا ہو رہی ہے۔ یا ان لوگوں کا بھی تاثر ہے جو خدا کو نہیں مانتے۔ لکھنے والا یہ لکھتا ہے کہ جو لوگ اسلام قبول کر رہے ہیں چاہے یہ اسلام کے قبول کرنے والے کے ذہن میں ہو یا نہ ہو لیکن سمجھا یہی جاتا ہے کہ اس کی مذہب سے زیادہ سیاسی وجوہات ہیں۔ بہرحال یہ ان کی سوچ ہے اور ظاہر ہے کہ جب سیاسی وجوہات سمجھی جائیں گی تو اس کو روکنے کے لئے مذہب کی آڑ میں سیاسی اور سیاست کی آڑ میں مذہبی طاقتیں کام کریں گی۔

ایک دلچسپ بات اس میں یہ لکھی ہے کہ پہلا مشنری جو امریکہ آیا وہ احمدی تھا۔ پھر لکھتے ہیں کہ اصل میں یہ مشنری امریکہ میں اسی ردعمل کے طور پر آیا تھا یا اس حملے کو روکنا اس کا مقصد تھا جو عیسائی مشنری تبلیغ کا کام کر کے ہندوستان میں کر رہے تھے۔ اپنے پاس سے انہوں نے یہ بات بھی گھڑ لی کہ اس کا بنیادی مقصد امریکہ میں ایسا ماحول پیدا کرنا تھا جو مسلمان مہاجرین کے لئے سازگار ہو۔ اور اس کے لئے انہوں نے یعنی احمدیوں نے سفید فام امریکن کو کنورٹ (Convert) کرنے کی کوشش کی، اسلام میں لانے کی کوشش کی لیکن کہتے ہیں کہ چند ایک کو اپنے میں شامل کر سکے۔ پھر آگے لکھتے ہیں: لیکن جن مسلمان مہاجرین کو یہ احمدی امریکہ میں آباد کرنے کی سوچ رہے تھے تا کہ ان کی تعداد بڑھے، انہوں نے احمدیوں کو دائرہ اسلام سے باہر کرتے ہوئے رد کر دیا اور آخر احمدیوں نے سوچا کہ ان کی کوششیں تب بار آور ہو سکتی ہیں جب یہ ایفرو امریکن میں تبلیغ کریں اور انہیں بتائیں کہ تمہاری ایک پہچان ہے جو مسلمان ہو کر ہی مل سکتی ہے۔ مزید یہ کہ تمہاری جڑیں مسلمانوں میں ہیں۔ تمہیں ان لوگوں نے، عیسائیوں نے زبردستی عیسائی بنا لیا ہے اور پھر ظلم بھی کیا ہے۔ برابری کا حق اگر تم لینا چاہتے ہو تو یہ صرف تمہیں اسلام میں مل سکتا ہے۔ اور اس طرح افریقن امریکن اور افریقن مسلمان ایک طاقت بن سکتے ہیں اگر یہ مسلمان ہو جائیں۔ یہ احمدیوں نے تبلیغ کی۔ اور احمدیوں کے اس طرز سے دوسرے مسلمان گروپوں نے بھی فائدہ اٹھایا اور اس ذریعہ سے بڑی تیزی سے اسلام ایفرو امریکن میں پھیلا، یا ابھی تک پھیل رہا ہے۔ دوسری بڑی تعداد اسلام لانے میں سفید فام امریکن عورتوں کی ہے۔ بہرحال جماعت کے متعلق تو توڑ مروڑ کر باتیں پیش کرنے سے ہی پتہ لگ جاتا ہے کہ واضح طور پر بیان نہیں کرنا چاہتے۔ کیونکہ جس طرح یہاں بیان کیا گیا ہے اس سے صاف پتہ چلتا ہے کہ معلومات بہرحال ان کے پاس مکمل ہیں لیکن بیان ٹھیک نہیں۔ اسی کتاب میں پھر ایک جگہ نئے شامل

ہونے والوں میں سے ایک سفید فام عورت کو پوچھا گیا کہ کیوں مسلمان ہوئی تھی؟ تو اس نے یہ جواب دیا کہ مسلمان ہوتے ہوئے کلمہ پڑھ لو تو انسان اس کے بعد اس طرح معصوم ہو جاتا ہے جس طرح ایک نوزائیدہ بچہ۔ اور پھر جنت کا تصور ہے کہ اگلے جہاں میں گناہ بخشے جائیں گے۔ تو یہ باتیں کہ کلمہ پڑھ کر انسان پاک ہو جاتا ہے اور گناہ بخشے جاتے ہیں، یہ بات کسی طرح بھی اسلام مخالف طبقے کو خاص طور پر مغرب میں برداشت نہیں ہوسکتی۔ اس سے تو یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ایک طبقے میں یہ سوال اٹھنا شروع ہو گیا ہے کہ کفّارہ کا جو نظریہ ہے وہ غلط ہے۔ اپنے گناہوں کی فکر کرنے والے یہ سوچ سکتے ہیں کہ انسان معصوم ہو جاتا ہے اور اگلے جہان میں جنت دوزخ کا سوال ہے، جزا سزا کا سوال ہے اور یہ عیسائیت کے ایک بنیادی دعوے کا رد ہے جو کسی صورت میں بھی ان لوگوں کو برداشت نہیں ہوسکتا۔

بہرحال یہ بہت ہی سوچی سمجھی سکیم کے تحت اسلام پر حملے ہیں۔ ایک آدھ بات میں نے مختصراً بیان کر دی ہے۔ کیونکہ یہ مختلف پیپرز ہیں، مقالے ہیں اور مقالوں کا مجموعہ ہے۔ اسلام کے بارے میں بیچ بیچ میں بعض اچھی باتیں بھی ظاہر کی گئی ہیں۔ لیکن جو بھی صورت حال ہو جب اس طرح اسلام کی طرف توجہ دلانے والے نتائج سامنے آئیں گے تو اسلام مخالف طاقتوں کا ایک منظّم کوشش کے لئے جمع ہونا ضروری ہے اور ضروری تھا، جو وہ ہو گئیں۔

اب میں پھر اصل بات کی طرف آتا ہوں جیسا کہ شروع میں میں نے کہا تھا کہ ایسے حالات میں ایک احمدی کا کردار کیا ہونا چاہئے؟ پہلی بات تو یہ ہے کہ احمدی جب بیعت کرتا ہے، یہ عہد کرتا ہے کہ میں روحانی تبدیلی کے لئے زمانے کے امام کی بیعت میں آیا ہوں تو وہ خود بخود اس طرف متوجہ ہو کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے تعلق بھی بڑھانا ہے جو کہ اس کا حقیقی عبد بن کے ہی بڑھ سکتا ہے، جو کہ عبادتوں کے معیار بلند کرنے سے ہی ہوسکتا ہے۔ دوسرے اس تعلیم کی طرف توجہ ہو جو قرآن کریم کی صورت میں اللہ تعالیٰ نے اتاری ہے۔ اس بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ میری کتاب کو اس کا حق ادا کرتے ہوئے پڑھو۔ جیسا کہ میں نے ابھی جو آیت تلاوت کی ہے اس میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اس کا ترجمہ یہ ہے:

کہ وہ لوگ جن کو ہم نے کتاب دی درآنحالیکہ وہ اس کی ایسی تلاوت کرتے ہیں (جبکہ وہ ایسی تلاوت کرتے ہیں) جیسا کہ اس کی تلاوت کا حق ہے۔ یہی وہ لوگ ہیں جو (درحقیقت) اس پر ایمان لاتے ہیں اور جو کوئی بھی اس کا انکار کرے پس وہی ہیں جو گھاٹا پانے والے ہیں۔

تلاوت کا حق کیا ہے؟ تلاوت کا حق یہ ہے کہ جب قرآن کریم پڑھیں تو جو اوامر ونواہی ہیں ان پر غور کریں۔ جن کے کرنے کا حکم ہے ان کو کیا جائے۔ جن سے رُکنے کا حکم ہے ان سے رُکا جائے۔ آنحضرت ﷺ کے سامنے یہود ونصاریٰ کا یہی دعویٰ تھا کہ ہمارے پاس بھی کتاب ہے۔ چاہتے تھے کہ مسلمان ان کی بات مان لیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے ایک تو ان یہود کا یہ رد کر دیا کہ تمہاری کتاب اب اس قابل نہیں رہی کہ اسے اب سچی کہا جا سکے کیونکہ تمہارے عمل اس کے خلاف ہیں۔ بعض باتوں کو چھپاتے ہو بعض کو ظاہر کرتے ہو۔ پس تمہاری کتاب اب ہدایت نہیں دے سکتی۔ بلکہ آنحضرت ﷺ کی بعثت کے بعد، اس شریعت کے اترنے کے بعد، یہ قرآن کریم ہی ہے جو ہدایت کا راستہ دکھانے والی کتاب ہے جس نے اب دنیا میں ہدایت قائم کرنی ہے۔ پس صحابہ رضوان اللہ علیہم نے یہ ثابت کیا، ان کی زندگیاں اس بات کا ثبوت ہیں کہ یہ وہ مومن ہیں جنہوں نے اس کتاب کی تلاوت کا حق ادا کیا اور یہی ایمان لانے والے کہلائے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ایمان کو اعمال صالحہ کے ساتھ مشروط کیا ہے۔ پس حقیقی مومن وہ ہیں جو تلاوت کا حق ادا کرتے ہیں اور حقیقی مومن وہ ہیں جو اعمال صالحہ بجا لاتے ہیں۔ لہذا تلاوت کا حق وہی ادا کرنے والے ہیں جو نیک اعمال کرنے والے ہیں۔ پس اس زمانے میں یہ مسلمانوں کے لئے انذار بھی ہے کہ اگر تم کتاب کی تلاوت کرتے ہو اور وہ عمل نہیں جن کا کتاب میں حکم ہے تو ایمان کامل نہیں۔

اس زمانے کے حالات کے بارے میں (جو حضرت مسیح موعودؑ کے زمانے کے حالات تھے) آنحضرت ﷺ نے انذار فرمایا ہے جو ظاہر و باہر ہے، ہر ایک کو پتہ ہے۔ احادیث میں ذکر ہے اور ایسے حالات میں ہی مسیح موعود کا ظہور ہونا تھا جب یہ حالات پیدا ہونے تھے۔ پس حقِ تلاوت ادا کرنے والے وہی لوگ ہوں گے جو فی زمانہ اس مہدی کی جماعت میں شامل ہو کر قرآن کریم کے احکامات پر عمل کرنے والے بھی ہوں گے۔ پس یہ ذمہ داری ہے ہر احمدی کی کہ وہ اپنے جائزے لے کہ کس حد تک ان احکامات پر عمل کرنے کی کوشش کرتا ہے جو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ہمیں دیئے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ:

''لوگ قرآن شریف پڑھتے ہیں مگر طوطے کی طرح یونہی بغیر سوچے سمجھے چلے جاتے ہیں۔ جیسے ایک پنڈت اپنی پوتھی کو اندھا دھند پڑھتا جاتا ہے۔ نہ خود سمجھتا ہے اور نہ سننے والوں کو پتہ لگتا ہے۔ اسی طرح پر قرآن شریف کی تلاوت کا طریق صرف یہ رہ گیا ہے کہ دو چار سپارے پڑھ لئے اور کچھ معلوم نہیں کہ کیا پڑھا۔ زیادہ سے زیادہ یہ کہ سُر لگا کر پڑھ لیا اور ''ق'' اور ''ع'' کو پورے طور پر ادا کر دیا۔ قرآن شریف کو عمدہ طور پر اور خوش الحانی سے پڑھنا بھی ایک اچھی بات ہے۔ مگر قرآن شریف کی تلاوت کی اصل غرض تو یہ ہے کہ اس کے حقائق اور معارف پر اطلاع ملے اور انسان ایک تبدیلی اپنے اندر پیدا کرے۔ یہ یاد رکھو کہ قرآن شریف میں ایک عجیب وغریب اور سچا فلسفہ ہے۔ اس میں ایک نظام ہے جس کی قدر نہیں کی جاتی۔ جب تک نظام اور ترتیب قرآنی کو مدنظر نہ رکھا جاوے، اس پر پورا غور نہ کیا جاوے، قرآن شریف کی تلاوت کے اغراض پورے نہ ہوں گے''۔ (الحکم جلد 5 نمبر 12 مورخہ 31 مارچ 1901ء صفحہ 3)

پس یہ ہے تلاوت کا حق جس کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے وضاحت فرمائی ہے۔

ایک وقت تھا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے یہ محسوس کرتے ہوئے کہ صحیح طور پر قرآن کریم نہیں پڑھا جاتا جماعت کو صحتِ تلفّظ کی طرف توجہ دلائی تھی کہ اس طرح پڑھا جائے۔ کیونکہ زیر زبر پیش کی بعض ایسی غلطیاں ہو جاتی تھیں، کہ ان غلطیوں کی وجہ سے معنے بدل جاتے ہیں یا مفہوم واضح نہیں ہوتا۔ تو اس طرح آپ نے صحتِ تلفّظ کی طرف توجہ دلائی تھی۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس کے بعد جماعت میں اس طرف خاص توجہ پیدا ہوئی۔ لیکن اس بات کی ضرورت ہے کہ ترجمۂ قرآن کی طرف بھی توجہ دی جائے۔ ذیلی تنظیمیں بھی کام کریں۔ جماعتی نظام بھی کام کرے۔ یہاں اللہ تعالیٰ کے فضل سے انصار اللہ یوکے نے شروع کیا ہے۔ یہ انٹرنیٹ کے ذریعہ سے بھی پڑھا رہے ہیں اس سے استفادہ کرنا چاہئے۔ کیونکہ ترجمہ آئے گا تو پھر ہی صحیح اندازہ ہو سکے گا کہ احکامات کیا ہیں؟ جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ غور کرو تبھی غور کی عادت پڑے گی۔ عمل کی طرف توجہ پیدا ہوگی اور یہی تلاوت کا حق ہے۔

ایک صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے سوال کیا کہ قرآن شریف کس طرح پڑھا جائے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

''قرآن شریف تدبر وتفکر وغور سے پڑھنا چاہئے۔ حدیث شریف میں آیا ہے۔ رُبَّ قَارٍ یَلْعَنُهُ الْقُرْآنُ۔ یعنی بہت ایسے قرآن کریم کے قاری ہوتے ہیں''۔ پڑھنے والے ہیں کہ ''جن پر قرآن کریم لعنت بھیجتا ہے۔ جو شخص قرآن پڑھتا اور اس پر عمل نہیں کرتا اس پر قرآن مجید لعنت بھیجتا ہے''۔ فرمایا: ''تلاوت کرتے وقت جب قرآن کریم کی آیت رحمت پر گزر ہو تو وہاں خدا تعالیٰ سے رحمت طلب کی جاوے اور جہاں کسی قوم کے عذاب کا ذکر ہو تو وہاں خدا تعالیٰ کے عذاب سے خدا تعالیٰ کے آگے پناہ کی درخواست کی جاوے اور تدبر وغور سے پڑھنا چاہئے اور اس پر عمل کیا جاوے''۔

(ملفوظات جلد 5 صفحہ 157 جدید ایڈیشن مطبوعہ ربوہ)

پس یہ اسلوب ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہمیں قرآن کریم پڑھنے کے بارے میں بتا دیا۔ اور جیسا کہ میں نے کہا یہ تبھی ممکن ہے جب اس کا ترجمہ آتا ہوگا۔ اب بہت سے ایسے ہیں جن کی تلاوت بہت اچھی ہے۔ دل کو بھاتی ہے لیکن صرف آواز اچھی ہونا ان پڑھنے والوں کو کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتی جب تک کہ وہ اس کو سمجھ کر نہ پڑھیں۔ کسی بھی اچھی آواز کی تلاوت اس شخص کو تو فائدہ پہنچا سکتی ہے جو اچھی آواز میں یہ تلاوت سن رہا ہے اور اس کا مطلب بھی جانتا ہے۔ جب پیشگوئیوں کے بارے میں سنتا ہے اور پھر اپنے زمانے میں انہیں پوری ہوتی دیکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ کا شکرگزار بنتا ہے کہ اس زمانے کی پیشگوئیوں کے پورے ہونے کے نظارے دیکھے۔ اور اس پر پھر مستزاد یہ کہ ایک احمدی شکرگزاری کرتا ہے کہ جس مسیح ومہدی کے آنے کی آنحضرت ﷺ نے پیشگوئی فرمائی تھی، جس کے زمانے میں یہ قرآنی پیشگوئیاں پوری ہونی تھیں، اسے ماننے کی بھی ہمیں توفیق ملی۔ پھر نئے سائنسی انکشافات ہیں۔ ان کو دیکھ کر بھی اللہ تعالیٰ کی حمد سے دل لبریز ہوتا ہے، دل بھر جاتا ہے۔ چودہ سو سال پہلے یہ باتیں اللہ تعالیٰ نے ہمیں قرآن کریم کے ذریعے سے بتا دیں۔ پرانی قومیں جنہوں نے نبیوں کا انکار کیا اور اس انکار کی وجہ سے ان سے جو سلوک ہوا اس پر ایک خدا کا خوف رکھنے والا، قرآن کریم کا ترجمہ سمجھنے والا، اس کے الفاظ کو سمجھنے والا استغفار کرتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے ہمیں اس حالت سے بچایا ہوا ہے اور آئندہ بھی بچائے رکھے۔ تو جتنا جتنا فہم وادراک ہوگا اتنا اتنا اللہ تعالیٰ کی کامل کتاب پر ایمان اور یقین بڑھتا جائے گا۔ اور یہی چیز ہے جو حق تلاوت ادا کرنے والی ہے۔ آنحضرت ﷺ اس بارہ میں کیا نصیحت فرماتے ہیں۔

ایک روایت میں آتا ہے۔کہ حضرت عُبید ہ مُلیکی رضی اللہ عنہ جو صحابہؓ میں سے ہیں یہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اے اہل قرآن! قرآن پڑھے بغیر نہ سویا کرو اور اس کی تلاوت رات کو اور دن کے وقت اس انداز میں کرو جیسے اس کی تلاوت کرنے کا حق ہے۔اور اس کو پھیلاؤ اور اس کو خوش الحانی سے پڑھا کرو اور اس کے مضامین پر غور کیا کرو تا کہ تم فلاح پاؤ۔

(رواہ البیہقی فی شعب الایمان بحوالہ مشکاۃ المصابیح کتاب الفضائل کتاب فضائل القرآن حدیث نمبر 2210)

پس اس آیت کی مزید وضاحت بھی ہوگئی کہ حق تلاوت ادا کر کے صرف گھاٹے سے ہی نہیں بچ رہے ہوگے جیسا کہ اس کے آخر میں لکھا ہوا ہے بلکہ ان لوگوں میں شامل ہو رہے ہوگے جو فلاح پانے والے ہیں۔ان لوگوں میں شامل ہونے جا رہے ہو جو کامیابیاں حاصل کرنے والے ہیں۔

پھر ایک روایت میں حق تلاوت ادا کرنے والے کے مقام بلکہ اس کے والدین کے مقام کا بھی، جنہوں نے ایک بچے کو اس تلاوت کی عادت ڈالی، ذکر یوں ملتا ہے۔سھل بن معاذ جُھنیؓ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس شخص نے قرآن پڑھا اور اس پر عمل کیا تو قیامت کے دن اس کے ماں باپ کو دو تاج پہنائے جائیں گے جن کی روشنی سورج کی چمک سے بھی زیادہ ہوگی جو ان کے دنیا کے گھروں میں ہوتی تھی۔پھر جب ان کے والدین کا یہ درجہ ہے تو خیال کرو کہ اس شخص کا کیا درجہ ہوگا جس نے قرآن پر عمل کیا۔ (ابوداؤد کتاب الوتر باب ثواب قراءۃ القرآن)

پس والدین کو بھی توجہ کرنی چاہئے کہ یہ اعزاز ہے جو بچوں کو قرآن پڑھانے پر والدین کو ملتا ہے۔تو اپنے بچوں کو اس خوبصورت کلام کے پڑھانے کی طرف بھی توجہ دیں اور ان میں پڑھنے کی ایک لگن بھی پیدا کریں۔

پھر ایک روایت میں آتا ہے کہ ام المومنین حضرت عائشہؓ روایت کرتی ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا : وہ شخص جو قرآن کریم پڑھتا ہے اور اس کا حافظ ہے وہ ایسے لکھنے والوں کے ساتھ ہوگا جو بہت معزز اور بڑے نیک ہیں۔اور وہ شخص جو قرآن کریم کو پڑھتا ہے اور اس کی تعلیمات پر شدت سے کاربند ہوتا ہے اس کے لئے دوہرا اجر ہے۔ (بخاری کتاب التفسیر)

ایک روایت میں آتا ہے۔حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یقیناً یہ دل بھی صیقل کئے جاتے ہیں جس طرح لوہے کے زنگ آلود ہونے پر اسے صیقل کیا جاتا ہے۔ کہا گیا کہ اے اللہ کے رسول! اس کی صفائی کیسے کی جائے؟ یعنی دل کی صفائی کس طرح کی جاتی ہے۔تو آنحضور ﷺ نے فرمایا: موت کو کثرت سے یاد کرنا اور قرآن کریم کی تلاوت کرنا۔

(مشکاۃ المصابیح کتاب الفضائل القرآن الفصل الثالث)

پس موت کی یاد اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل نہیں رکھتی۔اس پر یقین ہو کہ جزا سزا کا دن آنا ہے۔اور قرآن کریم کی تلاوت، اس کا حق ادا کرنے سے نیکیوں کی توفیق ملتی ہے۔اس حق ادا کرنے کی وجہ سے ایک مومن اس دنیا میں بہترین اجر حاصل کرنے والا بن جاتا ہے اور آخرت میں بھی اس کے لئے بہترین اجر ہوتا ہے۔صاف دل ہو کر حقوق اللہ اور حقوق العباد دونوں کی ادائیگی کی طرف ایک مومن کی توجہ رہتی ہے۔

آنحضرت ﷺ کس طرح قرآن پڑھتے تھے؟ اس کی وضاحت بھی ضروری ہے۔کیونکہ بعض لوگ قرآن کریم جلدی جلدی پڑھنے میں زیادہ قابلیت سمجھتے ہیں جبکہ آنحضرت ﷺ کا طریق اس سے بالکل مختلف تھا۔اس بارے میں ایک روایت میں آتا ہے:

حضرت قتادہؓ سے روایت ہے کہ میں نے انس رضی اللہ عنہ سے نبی ﷺ کی قراءت کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ ٹھہر ٹھہر کر تلاوت کیا کرتے تھے۔

(ابوداؤد۔کتاب الوتر باب استحباب الترتیل فی القراءۃ)

آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے قرآن کریم کے کئی بطن ہیں۔یعنی اس کے الفاظ میں اتنے گہرے حکمت کے موتی ہیں کہ ہر دفعہ جب ایک غور کرنے والا اس کی گہرائی میں جاتا ہے تو نیا حسن اس کی تعلیم میں دیکھتا ہے۔آنحضرت ﷺ سے زیادہ تو کوئی اس گہرائی کا علم نہیں رکھ سکتا جو قرآن کریم کے الفاظ میں ہے۔ پس آپؐ جب ٹھہر ٹھہر کر پڑھتے تھے تو ان الفاظ کے مطالب، ان کے معانی، ان کی گہرائی کی تہ تک پہنچتے تھے۔ لیکن آپ کا یہ اسوہ ہمیں اس بات پر توجہ دلاتا ہے کہ قرآن کریم کو غور اور ٹھہر ٹھہر کر پڑھیں اور تدبر اور فکر کریں۔ اسی غور و فکر کی طرف توجہ دلانے کے لئے آپؐ نے اپنے ایک صحابیؓ کو یوں تلقین فرمائی تھی۔

روایت میں آتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے فرمایا: قرآن کریم کی تلاوت ایک ماہ میں مکمل کیا کرو۔اس پر میں نے عرض کیا کہ میں اس سے جلدی پڑھنے کی قوت پاتا ہوں۔اس پر آنحضور ﷺ نے فرمایا: پھر ایک ہفتہ میں مکمل کیا کرو اور اس سے پہلے تلاوت قرآن مکمل نہ کرنا۔ (بخاری کتاب فضائل القرآن باب فی کم یقرء القرآن)

پس اگر وقت ہے تو پھر بھی اجازت نہیں کہ ایک ہفتہ سے پہلے قرآن کریم کا دور پورا مکمل کیا جائے کیونکہ فکر اور غور نہیں ہوسکتا۔جلدی جلدی پڑھنا صرف مقصد نہیں ہے۔اس بات سے صحابہؓ کے شوق تلاوت کا بھی پتہ لگتا ہے کہ ان کے نزدیک اس کی کتنی اہمیت تھی۔اور یہ جو ہمارا زمانہ ہے اس زمانہ میں قرآن کریم کی اہمیت اور بھی زیادہ ہوگئی ہے کیونکہ ترجیحات بدل گئی ہیں۔حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ:

''میں نے قرآن کے لفظ میں غور کی تب مجھ پر کھلا کہ اس مبارک لفظ میں ایک زبردست پیشگوئی ہے وہ یہ ہے کہ یہی قرآن یعنی پڑھنے کے لائق کتاب ہے اور ایک زمانہ میں تو اور بھی زیادہ یہی پڑھنے کے قابل کتاب ہوگی جب کہ اور کتابیں بھی پڑھنے میں اس کے ساتھ شریک کی جائیں گی۔اس وقت اسلام کی عزت بچانے کے لئے اور بُطلان کا استیصال کرنے کے لئے یہی ایک کتاب پڑھنے کے قابل ہوگی اور دیگر کتابیں قطعاً چھوڑ دینے کے لائق ہوں گی''۔

(الحکم جلد 4 نمبر 37 مورخہ 17 اکتوبر 1900ء صفحہ 5)

پس یہ ایک اہم نکتہ ہے جسے ہر احمدی کو یاد رکھنا چاہئے کہ اس زمانے میں اس کتاب کو پڑھنے سے مخالفین کے منہ بند کئے جاسکتے ہیں اور یہی اسلام کی عزت بچانا ہے۔لیکن کیا صرف پڑھنا کافی ہے؟ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الفاظ بڑے واضح ہیں کہ 'اسلام کی عزت بچانے کے لئے اور بطلان کا استیصال کرنے کے لئے'۔یعنی قرآن کریم میں وہ دلائل ہیں جن سے اسلام کی عزت قائم ہوگی اور اُس جھوٹ کی جو مخالفین اسلام پر افتراء کرتے ہیں، جڑیں اکھیڑی جائیں گی۔اور یہی اصول ہے جس سے اسلام کی عزت بچائی جائے گی۔جھوٹ کا خاتمہ اس وقت ہوگا جب ہمارے ہر عمل میں اس تعلیم کی چھاپ نظر آ رہی ہوگی اور یہ چھاپ بھی اس وقت ہوگی جب ہم اس پر غور کرتے ہوئے باقاعدہ تلاوت کرنے والے بنیں گے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ:

''قرآن کو چھوڑ کر کامیابی ایک ناممکن اور محال امر ہے اور ایسی کامیابی ایک خیالی امر ہے جس کی تلاش میں یہ لوگ لگے ہوئے ہیں''۔یعنی جو چاہتے ہیں کہ قرآن کریم کے بغیر فتح حاصل ہو جائے۔''صحابہؓ کے نمونوں کو اپنے سامنے رکھو۔دیکھو انہوں نے جب پیغمبر خدا ﷺ کی پیروی کی اور دین کو دنیا پر مقدم کیا تو وہ سب وعدے جو اللہ تعالیٰ نے ان سے کئے تھے، پورے ہوگئے۔ابتداء میں مخالف ہنسی کرتے تھے کہ باہر آزادی سے نکل نہیں سکتے اور بادشاہی کے دعوے کرتے ہیں۔لیکن رسول اللہ ﷺ کی اطاعت میں گم ہو کر وہ پایا جو صدیوں سے ان کے حصے میں نہ آیا تھا''۔

(ملفوظات جلد اول۔صفحہ 409 مطبوعہ ربوہ)

یہ آنحضرت ﷺ کی اطاعت کیا تھی ؟ یہ اس تعلیم پر مکمل طور پر عمل کرنے کی کوشش تھی جو آنحضرت ﷺ پر اتری تھی۔اور پھر ایک دنیا نے دیکھا جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ جس شہر میں آزادانہ طور پر پھر نہ سکتے تھے اور پھر ایک وقت آیا کہ جب اس شہر سے نکالے بھی گئے۔اسی اطاعت اور اسی تعلیم پر عمل کرنے کی وجہ سے اس شہر میں فاتح کی حیثیت سے داخل ہوئے۔ پس ہمیشہ یاد رکھنا چاہئے کہ آج بھی ہماری فتوحات اسی تعلیم پر عمل کرنے کی وجہ سے ہوں گی۔انشاء اللہ۔

پھر اچھی آواز میں تلاوت کرنے کی نصیحت کرتے ہوئے آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں۔یہ ایک روایت ہے حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قرآن کے حسن میں اپنی عمدہ آواز کے ساتھ اضافہ کیا کرو کیونکہ عمدہ آواز قرآن کے حسن میں اضافہ کا موجب ہوتی ہے۔

(مشکاۃ المصابیح کتاب فضائل القرآن)

اس ضمن میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ:

''قرآن شریف کو بھی خوش الحانی سے پڑھنا چاہئے۔بلکہ اس قدر تاکید ہے کہ جو شخص قرآن شریف کو خوش الحانی سے نہیں پڑھتا وہ ہم میں سے نہیں ہے۔اور خود اس میں ایک اثر ہے۔عمدہ تقریر خوش الحانی سے کی جائے تو اس کا بھی اثر ہوتا ہے۔وہی تقریر ژولیدہ زبانی سے کی جائے'' یعنی کہ واضح طور پر نہ ہو ''تو اس میں کوئی اثر نہیں ہوتا۔جس شے میں خدا تعالیٰ نے تاثیر رکھی ہے اس کو اسلام کی طرف کھینچنے کا آلہ بنایا جائے تو اس میں کیا حرج ہے۔حضرت داؤدؑ کی زبور گیتوں میں تھی اس کے متعلق کہا گیا ہے کہ جب حضرت داؤدؑ خدا تعالیٰ کی مناجات کرتے تھے تو پہاڑ بھی ان کے ساتھ روتے تھے اور پرندے بھی تسبیح کرتے تھے''۔ (ملفوظات جلد 4 صفحہ 524 مطبوعہ ربوہ)

تو اس خوش الحانی کا بھی مقصد ہے۔وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کیا رکھا ہے؟ یہ کہ اس سے اسلام کی تبلیغ ہو۔وہ لوگ جو اچھی آواز سے متاثر ہوتے ہیں ان کو متاثر کر کے پھر اس تعلیم کے اصل مغز

سے آگاہ کیا جائے۔ جس کتاب کا میں نے شروع میں حوالہ دیا ہے، اس میں اکثر عورتوں نے یہی ذکر کیا ہے کہ کیوں انہوں نے اسلام قبول کیا؟ اس کو سنا اور پھر جب اس کی تعلیم کو دیکھا تو ان کو پسند آئی۔ تو یہی بات جو انہوں نے کی ہے' اس کی تعلیم ان کو پسند آئی، یہی قرآن کریم کا دعویٰ ہے کہ حقیقی تعلیم اور فطرت کے مطابق تعلیم اور ہدایت کے راستے قرآن کریم میں ہی ہیں۔ جیسا کہ فرماتا ہے۔ اِنَّ ھٰذَاالْقُرْاٰنَ یَھْدِیْ لِلَّتِیْ ھِیَ اَقْوَمُ وَیُبَشِّرُ الْمُؤْمِنِیْنَ الَّذِیْنَ یَعْمَلُوْنَ الصَّالِحَاتِ اَنَّ لَھُمْ اَجْرًا کَبِیْرًا۔ (بنی اسرائیل:10) یعنی یقیناً یہ قرآن اس (راہ) کی طرف ہدایت دیتا ہے جو سب سے زیادہ قائم رہنے والی ہے اور ان مومنوں کو جو نیک کام کرتے ہیں بشارت دیتا ہے کہ ان کے لئے بہت بڑا اجر (مقدر) ہے۔

پس یہ اعلان غیر مسلموں کے لئے بھی ہے اور مومنین کے لئے بھی۔ قرآن کریم کی ہدایت اور مقاصد بہت اعلیٰ ہیں۔ اور یہ ہدایت اور یہ شریعت ہمیشہ کے لئے ہے جبکہ پہلی شریعتیں نہ مکانی وسعت رکھتی تھیں نہ زمانی وسعت۔ نہ ہی ان میں کاملیت ہے، نہ ہی فطرت کے مطابق ہیں۔ پس نیک فطرت لوگوں کا اس کو قبول کرنا اللہ تعالیٰ کے اس اعلان کی سچائی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ پس یہ پیغام ہے ہر غیر کے لئے جو ہم نے پہنچانا ہے کہ آئندہ اگر روحانی اور جسمانی انعامات حاصل کرنے ہیں تو یہی قرآن ہے جس کی تعلیم پر عمل کر کے حاصل کئے جا سکتے ہیں۔ پھر مومنوں کو بشارت ہے کہ جب تک تمہارے عمل نیک رہیں گے، اعلیٰ مقاصد کے حصول کی کوشش کرتے رہو گے تو تمہارے انعام اس اعلیٰ عمل کے نتیجے میں بڑھتے بھی رہیں گے اور بہت اعلیٰ بھی ہوں گے۔

پس جیسا کہ میں پہلے شروع میں ذکر کر آیا ہوں کہ قرآن کریم کی تلاوت کا حق مومنین کے نیک اعمال کے ساتھ مشروط ہے۔ اس لئے اپنے اعمال کی حفاظت کرتے رہنا یہ ایک بہت بڑی ذمہ داری ہے جو ایک مسلمان پر ڈالی گئی ہے۔ اور نہ صرف ہر مسلمان پر اپنی ذات کے بارے میں یہ ذمہ داری ڈالی گئی ہے بلکہ آئندہ نسلوں کو بھی اس انعام اور اس کے بڑے اجر سے آگاہ کرنے کی ذمہ داری ڈال دی گئی ہے۔ یہ نہ ہو کہ صرف اس بات پر فخر رہے کہ ہمیں وہ کتاب دی گئی ہے جس کا مقام سب پہلی شریعتوں سے اعلیٰ ہے بلکہ یہ فکر رہے کہ اس کی تعلیم اپنے اوپر لاگو کریں اور اپنے اوپر لاگو کر کے اس کے انعامات کے مستحق خود بھی ٹھہریں اور اپنی نسلوں میں کوشش کر کے اسی تعلیم اور حق تلاوت کو راسخ کرنے کی کوشش کریں۔ ورنہ یاد رکھیں اگر ہر احمدی نے اس اہم نکتے کو نہ سمجھا اور صرف اسی بات پر ہم اِتراتے رہیں کہ ہم قرآن کو ماننے والے ہیں تو جیسا کہ میں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اقتباس سے بتایا ہے کہ قرآن ایسے پڑھنے اور ماننے والوں پر لعنت کرتا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچنے کے لئے نیک اعمال کی بجا آوری اصل چیز ہے۔ قرآن کریم کی تعلیم پر عمل کرنا اصل چیز ہے اور جب تک ہم اس پر قائم رہیں گے ہدایت کے راستے نہ صرف خود پاتے رہیں گے بلکہ دوسروں کو بھی دکھاتے رہیں گے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

''یہ قرآن اس سیدھی راہ کی ہدایت دیتا ہے جس میں ذرا کجی نہیں اور انسانی سرشت سے بالکل مطابقت رکھتی ہے اور درحقیقت قرآن کی خوبیوں میں سے یہ ایک بڑی خوبی ہے کہ وہ ایک کامل دائرہ کی طرح بنی آدم کی تمام قویٰ پر محیط ہو رہا ہے اور آیت موصوفہ میں سیدھی راہ سے وہی راہ مراد ہے'' جو آیت میں نے پڑھی تھی'' کہ جو راہ انسان کی فطرت سے نہایت نزدیک ہے یعنی جن کمالات کے لئے انسان پیدا کیا گیا ہے ان تمام کمالات کی راہ اس کو دکھلا دینا اور وہ راہیں اس کے لئے میسر اور آسان کر دینا جن کے حصول کے لئے اس کی فطرت میں استعداد رکھی گئی ہے اور لفظ اَقْوَمْ سے آیت یَھْدِیْ لِلَّتِیْ ھِیَ اَقْوَم میں یہی راستی مراد ہے''۔ (کرامات الصادقین۔ روحانی خزائن جلد 7 صفحہ 53-54)

پھر آپ اس صحیفہ فطرت کے بارے میں فرماتے ہیں کہ:

''قرآن کوئی نئی تعلیم نہیں لایا بلکہ اس اندرونی شریعت کو یاد دلاتا ہے جو انسان کے اندر مختلف طاقتوں کی شکل میں رکھی ہے۔ حلم ہے۔ ایثار ہے۔ شجاعت ہے۔ صبر ہے۔ غضب ہے۔ قناعت ہے وغیرہ۔ غرض جو فطرت باطن میں رکھی تھی قرآن نے اسے یاد دلایا۔ جیسے فِیْ کِتَابٍ مَّکْنُوْنٍ۔ یعنی صحیفہ فطرت میں کہ جو چھپی ہوئی کتاب تھی اور جس کو ہر ایک شخص نہ دیکھ سکتا تھا۔ اسی طرح اس کتاب کا نام ''ذِکْر'' بیان کیا تا کہ وہ پڑھی جاوے تو وہ اندرونی اور روحانی قوتوں اور اس نور قلب کو جو آسمانی ودیعت انسان کے اندر ہے یاد دلاوے۔ غرض اللہ تعالیٰ نے قرآن کو بھیج کر بجائے خود ایک روحانی معجزہ دکھایا تا کہ انسان ان معارف اور حقائق اور روحانی خوارق کو معلوم کرے جن کا اسے پتہ نہ تھا''۔

(رپورٹ جلسہ سالانہ 1897ء صفحہ 94)

قرآن کریم کو تدبر سے پڑھنے اور اس پر عمل کرنے کے بارے میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ:

''جو شخص قرآن کے سات سو حکم میں سے ایک چھوٹے سے حکم کو بھی ٹالتا ہے وہ نجات کا دروازہ اپنے ہاتھ سے اپنے پر بند کرتا ہے۔ حقیقی اور کامل نجات کی راہیں قرآن نے کھولیں اور باقی سب اس کے ظلّ تھے۔ سو تم قرآن کو تدبُّر سے پڑھو اور اس سے بہت ہی پیار کرو۔ ایسا پیار کہ تم نے کسی سے نہ کیا ہو۔ کیونکہ جیسا کہ خدا نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا اَلْخَیْرُ کُلُّہٗ فِی الْقُرْاٰنِ کہ تمام قسم کی بھلائیاں قرآن میں ہیں۔ یہی بات سچ ہے۔ افسوس ان لوگوں پر جو کسی اور چیز کو اُس پر مقدم رکھتے ہیں۔ تمہاری تمام فلاح اور نجات کا سرچشمہ قرآن میں ہے۔ کوئی بھی تمہاری ایسی دینی ضرورت نہیں جو قرآن میں نہیں پائی جاتی۔ تمہارے ایمان کا مصدّق یا مکذب قیامت کے دن قرآن ہے۔ اور بجز قرآن کے آسمان کے نیچے اور کوئی کتاب نہیں جو بلاواسطہ قرآن تمہیں ہدایت دے سکے''۔ (یعنی قرآن کے واسطے کے بغیر کوئی اور تمہیں ہدایت نہیں دے سکتا) ''خدا نے تم پر بہت احسان کیا ہے جو قرآن جیسی کتاب تمہیں عنایت کی۔ میں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں کہ وہ کتاب جو تم پر پڑھی گئی اگر عیسائیوں پر پڑھی جاتی تو وہ ہلاک نہ ہوتے۔ اور یہ نعمت اور ہدایت جو تمہیں دی گئی اگر بجائے توریت کے یہودیوں کو دی جاتی تو بعض فرقے ان کے قیامت سے منکر نہ ہوتے۔ پس اس نعمت کی قدر کرو جو تمہیں دی گئی۔ یہ نہایت پیاری نعمت ہے۔ یہ بڑی دولت ہے۔ اگر قرآن نہ آتا تو تمام دنیا ایک گندے مضغہ کی طرح تھی۔ قرآن وہ کتاب ہے جس کے مقابل پر تمام ہدایتیں ہیچ ہیں''۔

(کشتئ نوح۔ روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 26-27)

پس یہ توقعات حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ایک احمدی سے ہیں۔ قرآن کریم کے تمام احکامات کی پیروی کی کوشش ہی ہے جو ہمیں نجات کی راہیں دکھانے والی ہے۔ اس کے لئے ایک لگن کے ساتھ، ایک تڑپ کے ساتھ ہم میں سے ہر ایک کو کوشش کرنی چاہئے۔ اگر ہمارا یہ دعویٰ ہے کہ تقویٰ کے راستوں کی تلاش ہم نے کرنی ہے اور اسی مقصد کے لئے ہم نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مانا ہے تو پھر یہ تقویٰ انہی راستوں پر چل کر ہی ملے گا جن پر آنحضرت ﷺ کے صحابہؓ چلے تھے۔ اگر ہمارا یہ دعویٰ ہے کہ ہم نے زمانے کے امام کو مان کر دنیا میں ایک پاک تبدیلی پیدا کرنی ہے اور ایک انقلاب لانا ہے تو سب سے پہلے ہمیں اپنی حالتوں میں انقلاب لانا ہوگا۔ اپنی نسلوں میں انقلاب لانا ہوگا۔ اپنے ماحول کو اس روشن تعلیم سے آگاہ کرنا ہوگا۔ اس تعلیم سے اور اس پر عمل کرتے ہوئے ان لوگوں کے منہ بند کرنے ہوں گے جو اسلام پر اعتراض کرتے ہیں۔ جن کو یہ فکر پڑ گئی ہے کہ اسلام کی طرف کیوں دنیا کی توجہ ہے۔ جس کی تحقیق کے لئے دنیا کے مختلف ممالک میں جائزہ کے لئے پیسہ خرچ کیا جا رہا ہے۔ اگر کسی کا یہ خیال ہے کہ یہ اسلام کی خوبیاں تلاش کرنے کے لئے ریسرچ ہو رہی ہے یا تحقیق ہو رہی ہے کہ خوبیاں کیا ہیں جس کی وجہ سے ہمیں اسلام کا حسن نظر آئے تو یہ غلط فہمی ہے۔ یہ تحقیق اس لئے ہے کہ ان طاقتوں اور حکومتوں کو ہوشیار کیا جائے جو اسلام کے خلاف ہیں کہ اس رجحان کو معمولی نہ سمجھو اور جو کارروائی کرنی ہے کر لو۔ جو ظاہری اور چھپے ہوئے وار کرنے ہیں کر لو اور اس کے لئے جو بھی حکمت عملی وضع کرنی ہے وہ ابھی کر لو، وقت ہے۔ پس ہر احمدی کی آج ذمہ داری ہے کہ اس عظیم صحیفہ الٰہی کی، اس قرآن کریم کی تلاوت کا حق ادا کریں۔ اپنے آپ کو بھی بچائیں اور دنیا کو بھی بچائیں۔ جن لوگوں کی اسلام کی طرف توجہ پیدا ہوئی ہے لیکن احمدی نہیں ہوئے ان میں سے بہت سوں نے آخر حقیقی اسلام اور حق کی تلاش میں احمدیت کی گود میں آنا ہے انشاء اللہ تعالیٰ۔ اس کے لئے ہر احمدی کو اپنے آپ کو تیار کرنا چاہئے۔ آج جب اسلام دشمن طاقتیں ہر قسم کے ہتھکنڈے اور اوچھے ہتھکنڈے استعمال کرنے پر تُلی ہوئی ہیں، بیہودگی کا ایک طوفان برپا کیا ہوا ہے تو ہمارا کام پہلے سے بڑھ کر اس الٰہی کلام کو پڑھنا ہے، اس کو سمجھنا ہے، اس پر غور کرنا ہے، فکر کرنا، تدبر کرنا ہے اور پہلے سے بڑھ کر اس کلام کے اتارنے والے خدا کے آگے جھکنا ہے تا کہ ان برکات کے حامل بنیں جو اس کلام میں پوشیدہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔

Earlsfield Properties

We will manage your property at 0% commission

Guaranteed rate schemes for 3 & 5 years

Free management Service

Guaranteed vacant possession

175 Merton Road London SW18 5EF

Tel: 020-8265-6000 or 020 8877 - 0762 Fax: 020 8874 9754

پروفیسر میاں محمد افضل صاحب کا ذکر خیر

پروفیسر محمد سمیع طاہر۔کینیڈا

استاد محترم جناب پروفیسر میاں محمد افضل صاحب مؤرخہ 17 اپریل 2007ء کو ایک مختصر علالت کے بعد اس دارفانی سے کوچ کر گئے۔اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ یہ افسوس ناک خبر مجھے مجالس انصاراللہ کیلگری کینیڈا کے سالانہ اجتماع کے موقعہ پر ملی۔

بجھ گئے موت کی آندھی سے شرارے کتنے
پردہ خاک میں سوتے ہیں ستارے کتنے

اپریل کے اوائل میں روزنامہ الفضل ربوہ نے محترم میاں صاحب کی بیماری کی اطلاع ضرور دی تھی لیکن یہ گمان تک نہ تھا کہ میاں صاحب یوں خاموشی سے چل دیں گے۔وہ تو ہمیشہ خاموش طبع تھے۔ انہوں نے بڑے بڑے کام ایسی ہی خاموشی سے کئے۔

نہ ستائش کی تمنا نہ صلہ کی پرواہ

اور پھر ایک روز ایسی ہی خاموشی سے دبے پاؤں رخصت ہوگئے۔

وہاں پہ اب بھی ستارے طواف کرتے ہیں
وہ جس مکاں میں جس گلی میں رہتا تھا

پروفیسر میاں محمد افضل صاحب ایک نامور ماہر تعلیم ، اعلیٰ درجہ کے منتظم ، بلند پایہ مقرر ، صاحب طرز مضمون نگار ، روشن ضمیر دانشور ، صاحبِ کردار اور سب سے بڑھ کر سلسلہ عالیہ احمدیہ کے دیرینہ خادم اور انتھک کارکن تھے۔

محترم میاں صاحب ایک عہد ساز شخصیت تھے ، ان کی وفات سے پیدا ہونے والا خلا معمولی نہیں۔انہوں نے نہ صرف قومی اور صوبائی سطح کے اداروں میں اپنی اعلیٰ انتظامی صلاحیتوں ، درسی سرگرمیوں اور تحقیقاتی کاوشوں کے قابلِ رشک نقوش ثبت کئے ہیں۔ بلکہ کئی عالمی کانفرنسوں ، سیمیناروں اور ورکشاپوں میں وطن عزیز کی نمائندگی کا حق ادا کردیا۔یوں جہاں وطن عزیز کی عزت و وقار میں اضافہ ہوا وہاں خود انہیں بھی لازوال شہرت ملی۔

کہتے ہیں شخصی صلاحیتوں کا اظہار ناموافق حالات میں ہی ہوا کرتا ہے۔کمزور کردار وقت کے سیلِ رواں میں بہ جاتے ہیں جبکہ مضبوط کردار حالات کے ناموافق حوادث کا بھی منہ پھیر دیا کرتے ہیں ، اپنی صلاحیتوں سے دشمنوں کو زیر کرلیا کرتے ہیں ، دوستوں کو جانثار بنالیا کرتے ہیں۔ بلاشبہ میاں افضل صاحب ایسے ہی انسانوں میں سے تھے۔

میاں صاحب کو اپنے سفر حیات میں طرح طرح کے لوگ ملے۔ بڑے بڑے ماہر تعلیم ، اعلیٰ رتبہ کے انتظامی افسران ، وزیر ، سفیر ، ادیب ، شاعر ، استاد ، شاگرد ، عالم ، جاہل ، دوست ، دشمن۔وہ سب سے نبھاتے چلے گئے۔

دورانِ ملازمت انہیں نہایت مشکل حالات سے بھی گزرنا پڑا۔انہوں نے ہمیشہ اپنے عہدہ کا وقار قائم رکھا اور شخصیت کا نکھار بھی مجروح نہ ہونے دیا۔انہوں نے نہ دشمنوں کو یہ بات جتائی کہ میں تمہیں پہچانتا ہوں اور نہ ہی دوستوں کو امتحان میں ڈالا کہ وہ شرمسار ہوں۔وقت کے ہر امتحان میں پورے اترے اور پھر دوست تو دوست تھے ، انہوں نے دشمنوں کو بھی رام کرلیا۔ہمارے ساتھ ایک دنیا نے ان کی طرف سے سیرت و کردار کے اعلیٰ ترین مظاہرے کو دیکھا اور ان کی مومنانہ کاوشوں کو کامیابی سے ہمکنار ہوتے پایا۔

1974ء کے پرآشوب دور میں پروفیسر میاں محمد افضل صاحب گورنمنٹ ٹریننگ کالج (اب گورنمنٹ کالج آف ایجوکیشن) فیصل آباد کے پرنسپل تھے جب ان کے آفس کو طلباء و طالبات نے تالہ لگا دیا۔میاں صاحب کا قصور صرف یہ تھا کہ وہ احمدی تھے۔

قومی اسمبلی کا فیصلہ آنے کے بعد کالج کھلا تو کالج کی پہلی اسمبلی میں محترم میاں محمد افضل صاحب نے خطاب فرمایا: میرے کانوں میں آج بھی محترم میاں افضل صاحب کے پرشوکت الفاظ گونج رہے ہیں۔انہوں نے نہایت مضبوط لہجے میں کہا: اس میں کوئی شک نہیں کہ میں اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے احمدی ہوں لیکن میں ایک استاد بھی ہوں۔اس کالج کا پرنسپل ہوں۔اس ادارے میں محکمہ تعلیم کا ایک مقررہ نصاب پڑھایا جائے گا۔ درس و تدریس ، تعلیم و تربیت دی جائے گی اور میں نگرانی کروں گا۔آپ سب کو پوری آزادی ہوگی کہ میری سرگرمیوں کا جائزہ لیں اور سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھیں۔اگر بحیثیت استاد آپ کو مجھ میں کوئی خامی نظر آئے تو مجھے آکر بتائیں۔بحیثیت پرنسپل آپ کو میرے اندر کوئی نقص نظر آئے تو مجھے آگاہ کریں۔میں آپ کو یہ بھی حق دیتا ہوں کہ بحیثیت انسان آپ کو مجھ میں کوئی خرابی نظر آئے تو بلاجھجک میرے پاس آئیں اور مجھے میری کمزوری بتائیں۔میں آپ کی بات سنوں گا اور بالکل بُرا نہیں مناؤں گا۔

میاں صاحب کے اس خطاب کے بعد پورا ایک سال گزرا ، کئی قومی دن منائے گئے ۔بین الکلیاتی تقریبات منعقد ہوئیں۔وزراء ، سکیرٹریان اور دیگر صاحب کمال شخصیات کالج تشریف لاتی رہیں۔نہایت سکون سے پورا سیشن اپنے بھرپور انداز میں اختتام پذیر ہوا۔

اس عرصہ میں میاں صاحب کی شخصیت کے اوصاف ابھر کر سامنے آئے ۔آپ طلباء و طالبات کے ہر دلعزیز استاد اور پرنسپل تھے۔سال کے آخری روز سے ایک دن پہلے (کیونکہ اگلے روز انہوں نے لاہور میں ایک تقریب میں شرکت کرنا تھی) میاں صاحب کالج میں اور پھر ہوسٹل میں ایک ایک کمرے میں جاکر طلباء سے الوداعی ملاقات کرتے رہے۔جو طلباء ہوسٹل میں موجود نہ تھے انہوں نے رات کو میاں صاحب کی کوٹھی (جو کالج کی حدود میں واقع تھی) جاکر ان سے الوداعی ملاقاتیں کیں۔اس روز ہر طالب علم کی زبان پر میاں صاحب کا قصیدہ تھا۔ہم نے میاں صاحب جیسا استاد آج تک نہیں دیکھا ، ہم نے میاں صاحب جیسا پرنسپل آج تک نہیں دیکھا اور ہم نے میاں صاحب جیسا اعلیٰ کردار کا حامل انسان بھی نہیں دیکھا۔ان کی صرف ایک ہی خامی ہے کہ وہ احمدی ہیں۔

دنیا سے نہ گھبرائیں اس نے یہ کہا تھا
ہم پیار کئے جائیں اس نے یہ کہا تھا

ایک موقعہ پر جب میں نے چند دوستوں کی موجودگی میں اس واقعہ کا ذکر کیا تو اتفاق سے میاں صاحب کے صاحبزادے ڈاکٹر میاں ندیم (آف ایڈمنٹن) بھی وہاں موجود تھے بے اختیار بول اٹھے میاں صاحب جیسا عظیم باپ بھی کسی نے نہ دیکھا ہوگا۔

میاں صاحب کئی سال حلقہ گلبرگ لاہور کے صدر رہے ، دارالذکر میں جمعہ کے روز اور دیگر تقریبات میں ان سے اکثر ملاقات ہوجاتی تھی۔وہ چاہتے تھے کہ احمدی اساتذہ کی (احمدی انجنیئر ز کی طرز پر)ایک تنظیم ہونی چاہئے جو طلباء و طالبات کو مختلف تعلیمی شعبوں میں ان کے رجحانات اور رسائل کا جائزہ لے کر راہنمائی فراہم کرے اور ماہرانہ گائیڈنس اور کونسلنگ کے اہم فرائض بھی ادا کرے۔اس سلسلہ میں ان کا جماعت سے قریبی رابطہ تھا۔انہوں نے اپنی خط و کتابت سے مجھے بھی آگاہ کیا۔

مجھے جب ایک کالج کا پرنسپل بنایا گیا تو میاں صاحب نے بہت سی کام کی باتیں بتائیں۔میں نے کہا میاں صاحب ہم نے آپ جیسے پرنسپل دیکھے ہیں ہمارے لئے یہ کام مشکل نہیں ہے۔میاں صاحب کی صدارتی تقاریر نہایت مختصر اور دلچسپ ہوا کرتی تھیں۔ بعض طویل جلسوں میں سامعین اس لئے بھی بیٹھے رہتے تھے کہ میاں صاحب کی تقریر سننی ہے۔

میاں صاحب کا دلکش انداز ، خوبصورت الفاظ کا انتخاب اور مختصر مگر جامع گفتگو سامعین کی ساری تھکن اتار دیا کرتی تھی اور لوگ ہلکے پھلکے ہوجایا کرتے تھے۔

میاں صاحب کے الفضل اور دیگر رسائل میں چھپنے والے مضامین اتنے عمدہ ہوتے تھے کہ پڑھنے والا متذکرہ مقام پر خود کو محسوس کرتا تھا۔میاں صاحب چلے گئے یادوں کے سلسلے چھوڑ کر ، ایسی یادیں جو کبھی دھندلا نہ سکیں گی۔

دل نے اگر کبھی تری تصویر کھینچ لی
تجھ کو بٹھا کے سامنے دیکھا کریں گے ہم
ہر لمحہ محبت کا حیات ِ ابدی ہے
مرکر بھی نہ مر پائیں گے اس نے یہ کہا تھا

بقیہ حاصل مطالعہ از صفحہ16

’’از برائے زیارت برادر یکہ در صنعاء دارم‘‘ میں اپنے اس بھائی کی زیارت کے لئے نکلا ہوں جو صنعاء میں رہتا ہے۔

یہ سن کر حضرت یعقوب اپنے بیٹوں کی طرف متوجہ ہوکر کہنے لگے ، کمبختو تم تو اس بھیڑیئے سے بھی بدتر ہو ، یہ اپنے بھائی کی زیارت و ملاقات کے لئے طویل سفر اختیار کرکے جارہاہے اور تم اپنے بہترین بھائی کو گنوا کر آئے ہو۔

ایک روایت میں ہے کہ وہ بھیڑیا حضرت یعقوب کے پاس سے رخصت ہوکر ایک پہاڑ پر گیا اور وہاں آواز دی اور اپنے ہم جنسوں سے کہا کہ تم پر اَکل یوسف کا الزام ہے تم جاکر حضرت یعقوب کی خدمت میں صفائی پیش کرو ، چنانچہ ہزاروں بھیڑیئے خانہ یعقوبؑ کے گرد جمع ہوگئے اور سب نے کہا کہ حضور ہم پر غلط الزام ہے ، ہم میں سے کسی نے یہ جرمِ عظیم نہیں کیا۔‘‘

(صفحہ 280-279)

ملکہ بلقیس کے لئے شیش محل کی تعمیر اور بال صفا پوڈر کی ایجاد

’’بلقیس جب قریب آ پہنچی تو حضرت سلیمانؑ نے اس کا تخت چشمِ زدن میں منگوالیا تھا اور اس کے بعد حکم دے دیا تھا کہ بلقیس کے لئے ایک عظیم الشان شیشے کا محل تیار کیا جائے۔چنانچہ آناً فاناً شیشے کا ایسا محل تیار کردیا گیا جو بے مثل و بے نظیر تھا۔اس میں دیگر خوبیوں کے ساتھ ایک خوبی یہ تھی کہ اس کے صحن میں پانی کی موجیں کروٹیں لے رہی تھیں۔جب محل تیار ہوچکا تو حکم دیا کہ بلقیس کے بیٹھنے کے لئے ایک خاص قسم کا تخت تیار کیا جائے۔چنانچہ بروایت روضۃ الصفا خالص سونے کا ایک ایسا تخت تیار کیا گیا جس کے گرد چار شیر زروجواہر کے بنے ہوئے چکر لگارہے تھے اور ان کی پشت پر دو دو گدھ بیٹھے ہوئے تھے جن کی آنکھیں یاقوت کی تھیں اور جن کے دانت مروارید کے تھے۔اس کے علاوہ نسرین کا مجسمہ تھا جو مناسب طریقے پر گلاب پاشی کے لئے نصب کیا گیا تھا۔اور تخت کے کنگرے پر دو مرغ اس انداز سے بنائے گئے تھے کہ وہ بوقت ضرورت یعنی بلقیس سے حضرت کی تنہائی میں گفتگو کے لئے وہ اپنے پروں سے اس طرح سایہ کرلیں کہ ان دونوں کو کوئی دیکھ نہ سکے۔اس کے علاوہ تخت کے چاروں کونوں پر ایک ایک جواہرات کے طاؤس بنائے گئے تھے جن کے منہ سے عنبر و عبیر کی خوشبو نکل رہی تھی۔

الغرض شیشے کا مکان تیار کرایا گیا اور اس میں یہ نو تیار تخت رکھا گیا اور اسی تخت کے سامنے بلقیس کا تخت بھی رکھ دیا گیا جس میں قدرے تغیر کردیا گیا تھا۔بلقیس جب اس محل میں داخل ہوئی تو اس نے سمجھا کہ پانی بھرا ہوا ہے اس لئے اس نے اپنے پانچے اٹھالئے۔سلیمانؑ نے جب دیکھا تو کہا کہ آجاؤ یہ پانی اوپر نہیں ہے بلکہ شیشے کے نیچے ہے۔چنانچہ وہ حضرت سلیمان کے پاس تخت پر چلی گئی۔حضرت سلیمانؑ نے اس کی پنڈلیوں پر بال دیکھ کر جنّوں کو حکم دیا کہ بالوں کو صاف کرنے کی کوئی چیز تیار کریں۔چنانچہ نوشادر اور چونا سے ’’نورہ‘‘ (بال صفا) تیار کرلیا گیا‘‘۔

(صفحہ 559-558)

شاید ایک حقیقت شناس شاعر نے اسی نوع کے ’’مؤرخین اسلام‘‘ کی خرافات سے تنگ آکر یہ شعر کہے تھے

حشر اسلام کا دنیا میں مچا رکھا ہے
کربلا والوں کو کفارہ بنا رکھا ہے
ناخدا کشتی اسلام کا اب کون ہے
غار میں حضرت مہدی کو سلا رکھا ہے

غانا میں ہونے والی چند تقریبات کی رُوداد

رپورٹ مرتبہ: فہیم احمد خادم۔ مبلغ سلسلہ غانا

ٹی آئی احمدیہ سیکنڈری سکول کماسی کی سالانہ تقریب

گزشتہ دنوں ٹی آئی احمدیہ سیکنڈری سکول کماسی۔ اشانٹی ریجن میں 58 واں Speech & Prize giving Day منایا گیا۔ یہ جماعت احمدیہ غانا کا پہلا سیکنڈری سکول ہے جو 1950ء میں کھولا گیا۔ اس کا غریبانہ آغاز دو کمروں سے ہوا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے مکرم ڈاکٹر سفیر الدین احمد صاحب کو اس کے پرنسپل کے طور پر بھجوایا۔ ان دنوں مسلمانوں کو تحصیل علم کی طرف خاص توجہ نہ تھی۔ ان کا عقیدہ تھا کہ سیکولر تعلیم کا حصول مسلمانوں کا کام نہیں بلکہ دجال کا کام ہے۔ ان کے لئے دینی مدرسہ میں داخل ہو کر قرآن مجید پڑھ لینا ہی کافی ہے۔ ڈاکٹر صاحب اور پروفیسر سعود احمد صاحب نے گاؤں گاؤں پھر کر مسلمانوں کو اپنے بچے سکول میں بھجوانے کی ترغیب دلائی۔ ابتدائی طلباء میں مکرم ابراہیم۔ آئی۔ کے۔ جبیبی، مکرم اسماعیل آڈو صاحب سابق سفیر ایتھوپیا اور مکرم عبدالوھاب بن آدم صاحب امیر و مشنری انچارج غانا شامل ہیں۔ نائجیریا سے بھی 3 طلباء آئے تھے جن میں سے ایک مکرم مدثر آبی اولہ صاحب تھے جو بعد میں بیلجیم اور انگلستان میں نائجیریا کے سفیر رہے۔ اس سکول کو یہ بھی اعزاز حاصل ہے کہ یہاں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پوتے مکرم مرزا مجید احمد صاحب بطور استاد تشریف لائے۔

خدا تعالیٰ کے فضل سے یہ سکول اپنی 58 بہاریں دیکھ چکا ہے۔ 3 نومبر 2007ء بروز ہفتہ یہاں 58 واں Speech & Prize giving Day منایا گیا۔ اس تقریب کی صدارت مکرم مولانا عبدالوہاب بن آدم امیر و مشنری انچارج غانا نے کی۔ اس تقریب میں ویلکم اڈریس، سکول پریفیکٹ کی رپورٹ، سکول کے اولڈ بوائز کے پیغامات، ہیڈ ماسٹر کی رپورٹ اور تقسیم انعامات سمیت بہت سے پروگرام شامل تھے۔ اس تقریب کی خاص بات مملکت غانا کے وائس پریذیڈنٹ Alhaj Aliu Mohama کی شرکت تھی۔ آپ اس تقریب کے مہمان خصوصی تھے۔ ان کے اعزاز میں گارڈ آف آنر پیش کیا گیا۔ انہوں نے اپنے خطاب میں سکول کے نظم وضبط کو سراہا اور سکول کے لئے ایک بس دینے کا بھی وعدہ کیا۔ یہ ایسا سکول ہے جس میں آج تک کوئی ہڑتال نہیں ہوئی۔

جماعت احمدیہ غانا کے پہلے احمدیہ مسلم ہربل (Herbal) کلینک کا افتتاح

خدمت انسانیت ہمیشہ سے جماعت احمدیہ کا طرۂ امتیاز رہی ہے۔ جہاں جہاں بھی جماعت احمدیہ نے قدم رکھا وہاں انسانیت کی خدمت کو اپنا شعار بنایا۔ غانا میں جماعت احمدیہ نے ہسپتال کھولے، پھر ہومیوپیتھی کو متعارف کروایا اور اس کے بعد کلینک کھولے۔ ایک طریقۂ علاج طب بھی ہے۔ اس میدان میں چند احمدیوں نے ذاتی طور پر بڑا نام کمایا مگر جماعت کی طرف سے باقاعدہ کوئی کلینک نہیں تھا جہاں سائنٹفک طریق پر طب کے ذریعہ علاج ہوتا ہو۔

خدا کے فضل سے حال ہی میں حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ کی ہدایت پر مجلس نصرت جہاں کے تحت انڈیا سے ایک ڈاکٹر اسد الزمان صاحب تشریف لائے جو طب کے ماہر ہیں۔ آپ ہی کی نگرانی میں جماعت احمدیہ نے کماسی میں پہلا احمدیہ مسلم ہربل کلینک کھولنے کا پروگرام بنایا۔ سارے غانا میں صرف جماعت احمدیہ ہی واحد مذہبی جماعت ہے جس نے پہلی بار ہومیو کلینک اور ہربل کلینک کھولا۔

جماعت احمدیہ کے ایک مخلص دوست مرحوم Mr. Ahmad Owudu کا ایک ہربل کلینک تھا جو انہوں نے وفات سے قبل جماعت احمدیہ کو بطور تحفہ پیش کر دیا تھا۔ چنانچہ اس جگہ پر یہ بھی ہربل کلینک کھولنے کا پروگرام بنا۔ خدا کے فضل سے 24 نومبر 2007ء کو اس کا باقاعدہ افتتاح عمل میں آیا۔ تقریب کا آغاز کی تلاوت قرآن مجید سے ہوا جو Hafiz Ismael Edusei نے کی اس کے بعد Mr. Daud Baufuor نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے قصیدہ یاعین فیض اللہ والعرفان سے چند اشعار پڑھ کر سنائے۔ اس کے بعد مکرم عبدالوھاب بن آدم امیر و مشنری انچارج غانا نے افتتاحی خطاب فرمایا۔ اس میں آپ نے Mr. Ahmad Owudu کی قربانیوں کا ذکر کیا۔ آپ نے اس کلینک کو جماعت کی طرف سے ہونے والی انسانیت کی خدمت کا ایک نیا موڑ قرار دیا۔ بعد ازاں اس کلینک کے مکرم ڈاکٹر اسد الزمان صاحب نے خطاب کیا اور مہمانوں کو خوش آمدید کہا اور کلینک کا تعارف کروایا نیز اس سلسلہ میں کسی بھی رنگ میں معاونت کرنے والوں کا شکریہ ادا کیا۔

آخر میں مکرم امیر صاحب اور دیگر مہمانوں نے کلینک کے مختلف حصے دیکھے۔ یہاں غیر ملکی اور ملکی ادویہ کے علاوہ ایسی ادویات بھی رکھی گئی ہیں جو ڈاکٹر صاحب نے خود اس کلینک میں تیار کی ہیں۔ کلینک کے اندر بہت سے ایسے پودے بھی لگائے گئے ہیں جو ہربل ادویہ کی تیاری میں مدد دیتے ہیں۔ تقریب کے آخر میں مہمانوں کی خدمت میں کھانا پیش کیا گیا۔ اس تقریب میں 215 افراد نے شرکت کی۔ تقریب کو کوریج دینے کے لئے میڈیا کے نمائندے بھی موجود تھے۔ انہوں نے مکرم امیر صاحب اور ڈاکٹر صاحب سے انٹرویوز لئے۔

مکرم مولانا عبدالوہاب بن آدم امیر و مشنری انچارج کے لئے یونیورسٹی آف کیپ کوسٹ کی طرف سے ڈاکٹریٹ کی اعزازی ڈگری

غانا کی یونیورسٹی آف کیپ کوسٹ جو اکتوبر 1962ء میں قائم ہوئی۔ نے مندرجہ ذیل تین معزز اور نامور شخصیات کو ڈاکٹریٹ کی اعزازی ڈگری دی گئی:

(1) Chief Eleazar Emeka Anyaoku آپ نائجیرین ہیں۔ آپ کو کامن ویلتھ کے جنرل سیکرٹری، امریکہ میں نائجیریا کے سفیر اور نائجیریا کے وزیر خارجہ کی حیثیت سے کام کرنے کا موقع ملا ہے۔ آپ کو دنیا کی مختلف یونیورسٹیوں کی طرف سے 28 اعزازی ڈگریاں مل چکی ہیں۔

(2) Alhaj i Asoma Abu Banda آپ غانین ہیں۔ معروف بزنس مین ہیں۔ ان کی اپنی Shipping Company ہے۔ آپ کو ملکی و غیر ملکی سطح پر انسانیت کی خدمت کے اعتراف میں یہ ڈگری دی گئی۔

(3) تیسری اہم شخصیت جن کو اس ڈگری کے لئے منتخب کیا گیا وہ نہ صرف ملک میں بلکہ احمدی حلقوں میں خاص جانی پہچانی شخصیت ہے۔ وہ ہیں مکرم مولانا عبدالوہاب بن آدم امیر و مشنری انچارج غانا۔

یونیورسٹی کی طرف سے اس تقریب کے حوالہ سے ایک کتابچہ شائع ہوا جس میں محترم امیر صاحب کا جو تعارف دیا گیا ہے اس میں آپ کو عالم دین، امن کا علمبردار، ایڈمنسٹریٹر، Role Model Educationist قرار دیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ آپ کے تعارف میں جو باتیں لکھی گئی ہیں ان کا مختصر ذکر قارئین کی خدمت میں پیش ہے۔

آپ نے جامعہ احمدیہ ربوہ سے مبلغین کا کورس پاس کیا۔ آپ نے 9 سال برانگ اہافو ریجن غانا میں بطور ریجنل مبلغ کام کیا۔ ایک سال احمدیہ مسلم مشنری ٹریننگ کالج سالٹ پانڈ میں بطور پرنسپل کام کیا۔ آپ کو لندن میں بطور مبلغ اور نائب امام کے طور پر خدمت کا موقع ملا۔ 1975ء سے تا حال آپ غانا میں بطور امیر و مشنری انچارج خدمت کر رہے ہیں۔

غانا میں ملکی سطح پر آپ مندرجہ ذیل حیثیت سے خدمات سرانجام دیں۔ ممبر آف سنٹر آف ڈیموکریٹک ڈویلپمنٹ غانا۔ وائس چیئرمین غانا انٹیگریٹی انیشی ایٹو (Ghana Itegraty Initiative)۔ ممبر آف نیشنل پیس کونسل۔ کو فاؤنڈر اور نیشنل پریذیڈنٹ کونسل آف ریلیجنز۔ قومی مصالحاتی کمیشن کے ممبر۔

آپ ربوہ میں امیر مقامی رہے۔ آپ کو انٹرنیشنل فیڈریشن آف ورلڈ پیس کوریا کی طرف سے Ambassador of Peace کا ایوارڈ ملا۔ غانا حکومت کی طرف سے Companion of the Order of the Volta کا اعزاز ملا۔ آپ پہلے افریقن مبلغ ہیں جنہیں امیر و مشنری انچارج بنایا گیا نیز یورپین ممالک میں خدمت کی توفیق ملی۔

مؤرخہ 10 نومبر 2007ء یونیورسٹی کے آڈیٹوریم میں ان تین معزز شخصیات کو ڈاکٹریٹ کی اعزازی ڈگری دینے کے لئے رنگا رنگ تقریب کا اہتمام کیا گیا۔ اس میں مکرم مولانا عبدالوھاب بن آدم صاحب امیر و مشنری انچارج غانا کو دوسرے دو ساتھیوں کے ساتھ یہ ڈگری دی گئی۔ ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا الہام ہے کہ ''تیرے فرقہ کے لوگ علم و معرفت میں کمال حاصل کریں گے''۔ اس الہام کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ دنیا میں علم و معرفت کو ماپنے والی دنیاوی ڈگریاں اور اسناد بھی تیرے ماننے والوں کو دی جائیں گی۔ اللہ تعالیٰ ہمارے امیر صاحب کے لئے یہ اعزاز مبارک کرے اور ایسے اعزازات حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ماننے والوں کو ملتے رہیں۔ آمین

جماعت احمدیہ غانا کے تحت نئے ہسپتال کا افتتاح

برانگ اہافو ریجن میں MIM نامی قصبہ Timber لکڑی کا کام کرنے والی غیر ملکی کمپنیوں کی وجہ سے مشہور ہے۔ یہاں timber factory ہے جو اس لکڑی کو مختلف سائزوں میں کاٹ کر export کرتی ہے ان کے ملازمین کی تعداد دو ہزار سے زائد ہے۔ اس کے علاوہ فرنیچر بنانے والی کمپنی scene style کے ملازمین کی تعداد 700 کے لگ بھگ ہے۔ آغاز میں اس علاقہ کی آبادی اپنی کمپنیوں کے ملازمین کی وجہ سے تھی لیکن آہستہ آہستہ یہ جگہ ایک ٹاؤن کی صورت اختیار کر گئی جس کی آبادی قریباً ساٹھ ہزار ہے۔ یہاں حکومت کی طرف سے کوئی ہسپتال یا کلینک موجود نہیں۔

اس علاقہ کے چیف Nane Baffo نے ہمارے سرکٹ صدر مکرم عیسیٰ مینسا صاحب کے ساتھ مل کر جماعت احمدیہ سے یہاں ہسپتال کھولنے کی درخواست کی۔ مکرم ڈاکٹر رشید احمد بھٹی صاحب انچارج احمدیہ مسلم ہسپتال ٹیچی مان کو تفصیلی رپورٹ تیار کرنے کا کہا گیا۔ مختلف مراحل کے بعد مجلس نصرت جہاں کی طرف سے یہاں ہسپتال کھولنے کے لئے مکرم ڈاکٹر محمد بشیر صاحب کو بھجوایا گیا جو ایک قابل ڈاکٹر ہیں جو غانا میں قائم احمدیہ مسلم ہسپتال کوکوفو میں کئی سال کام کر چکے ہیں۔

چیفس نے ڈاکٹر کی رہائش کے لئے ایک گھر دیا نیز ہسپتال کے لئے ایک عمارت دی۔ اس عمارت میں نہ پانی تھا نہ بجلی۔ اسے ہسپتال میں ڈھالنے کے لئے خاص محنت درکار تھی۔ وائرنگ کرانا، ہر کمرہ کے ساتھ باتھ روم بنوانا اور اندرونی طور پر ضرورت کے مطابق پارٹیشن کروانا خاصا مشکل مرحلہ تھا جو مکرم ڈاکٹر محمد بشیر صاحب کی دن رات کی محنت سے سات ماہ میں طے ہوا۔ عمارت مکمل ہوئی اور اس میں ضروری جگہیں موجود تھیں جیسے آپریشن تھیٹر، ڈسپنسری مریضوں کے لئے انتظار گاہ، آفسز وغیرہ۔ 22 بیڈز کا یہ ہسپتال اب افتتاح کے لئے تیار تھا۔

مؤرخہ 11 نومبر کو اس نئے ہسپتال کا افتتاح ہوا۔ تلاوت قرآن مجید کے بعد مکرم امیر صاحب غانا نے افتتاحی خطاب کیا۔ آپ نے ہسپتال کی تاریخ پر روشنی ڈالی۔ مکرم عیسیٰ مینسا صاحب سرکٹ صدر نے معزز مہمانوں کو خوش آمدید کہا۔ اس کے بعد مکرم ڈاکٹر محمد بشیر صاحب انچارج ہسپتال نے تقریر کی اور ہسپتال کے سلسلہ میں کام کرنے والوں کا شکریہ ادا کیا۔ تقریب سے مکرم ڈاکٹر آئی بی محمد صاحب ریجنل ڈائریکٹر آف غانا ہیلتھ سروسز نے بھی خطاب کیا۔ انہوں نے چیف صاحبان کا شکریہ ادا کیا اور علاقہ کے لوگوں کو ہسپتال کے عملہ کے ساتھ تعاون کرنے کے لئے کہا۔

اس تقریب میں ریجنل منسٹر Hon. Ernest Baffour Awauah بھی تشریف لائے۔ انہوں نے جماعت احمدیہ کی صحت کے میدان میں خدمات کو سراہا اور جلد اس ہسپتال کو وسیع و عریض ہسپتال میں تبدیل کرنے کی درخواست کی۔

آخر میں مکرم امیر صاحب نے دعا کروائی۔ پھر مہمانوں نے ہسپتال کا راؤنڈ کیا۔ اس تقریب میں 65 افراد نے شرکت کی۔

ٹی آئی احمدیہ سیکنڈری سکول پوٹسن میں 35 واں جلسہ تقسیم انعامات:

سنٹرل ریجن میں ستمبر 1972ء کو Gomoa Postin کے مقام پر ٹی آئی احمدیہ سیکنڈری سکول کا اجراء ہوا۔ اس کے پہلے ہیڈ ماسٹر مکرم شریف احمد صاحب تھے۔ خدا تعالیٰ کے فضل سے یہ سکول اپنی زندگی کی 35 بہاریں دیکھ چکا ہے۔ اس سکول کے تحت نومبر 2007ء میں 35 ویں Prize-Giving & Speech منایا گیا۔

اس تقریب کی صدارت مکرم مولانا عبدالوہاب بن آدم صاحب امیر و مشنری انچارج غانا نے کی۔ اس تقریب کے مہمان خصوصی کوامے انکروما یونیورسٹی آف سائنس اینڈ ٹیکنالوجی کماسی کے سابق وائس چانسلر Prof.Kwasi Andam تھے۔ معزز مہمانوں میں غانا کے ڈپٹی وزیر داخلہ Hon.K.T.Hammond بھی تھے۔

تقریب میں ویلکم ایڈریس، سکول پریفیکٹ کی رپورٹ، ہیڈ ماسٹر کی رپورٹ، تقسیم انعامات، گارڈ آف آنر سمیت دیگر بہت سے پروگرام شامل تھے۔ اللہ تعالیٰ اس سکول کے لئے یہ تقریب از حد مبارک کرے اور آئندہ بے شمار ترقیات کا پیش خیمہ بنائے۔ آمین

آئینہ مقابل آئینہ

(پروفیسر راجا نصر اللہ خاں۔ ربوہ)

پاکستان کے ایک اخبار روزنامہ ''دن'' کے مضمون نگار حافظ شفیق الرحمان کے تین مضامین اس وقت ہمارے سامنے موجود ہیں۔ ان تینوں تحریروں میں خاص طور پر پنجاب کی تقسیم (1947ء) اور کشمیر کے سلسلہ میں جماعت احمدیہ، ان کے دوسرے امام حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمدؓ اور پاکستان کے پہلے وزیرخارجہ سر محمد ظفر اللہ خاں کے خلاف انتہائی قابل افسوس اور قابل مذمت اور شرمناک زبان استعمال کرتے ہوئے ایسے گھناؤنے، بے بنیاد اور بے سروپا الزامات لگائے گئے ہیں جن کا حقیقت اور سچ سے دور کا بھی واسطہ نہیں۔

1945-46ء کے انتخابات قائداعظم کی نظر میں

مضمون نگار نے تو باؤنڈری کمشن (برائے تقسیم پنجاب) سے بات شروع کی ہے (مضمون مطبوعہ 2اکتوبر 2007ء)، لیکن پہلے یہ تو دیکھا جائے کہ جب 1945-46ء کے فیصلہ کن انتخابات ہوئے تھے جن کے نتیجہ میں خدا تعالیٰ کے فضل سے پاکستان کا معرض وجود میں آنا مقدر ہو گیا تھا تو اس وقت جماعت احمدیہ کے امام اور آپ کی جماعت نے کیا موقف اختیار کیا تھا؟

یہ انتخابات اس قدر اہم تھے کہ صدر مسلم لیگ حضرت قائداعظم نے مسلمانان ہند کو مخاطب کر کے فرمایا:

''ہمارے پیش نظر اہم مسئلہ آئندہ انتخابات کا ہے۔ موجودہ حالات میں انتخابات کو خاص اہمیت حاصل ہے...... ہم رائے دہندگان کی اس امر کے بارے میں رائے دریافت کرنا چاہتے ہیں کہ کیا وہ پاکستان چاہتے ہیں یا ہندو راج کے ماتحت ہی رہنا چاہتے ہیں۔''

(اخبار انقلاب، 18اکتوبر 1945ء)

آگے فرمایا: ''مجھے معلوم ہے کہ ہمارے خلاف بعض طاقتیں کام کر رہی ہیں اور کانگرس ارادہ کئے بیٹھی ہے کہ ہماری صفوں کو ان مسلمانوں کی امداد سے پریشان کر دیا جائے جو ہمارے ساتھ نہیں بلکہ ہمارے دشمنوں کے ساتھ ہیں۔ یہ مسلمان ہمارے خلاف مسلمانوں کو گمراہ کرنے کے کام میں بطور کارندے استعمال کئے جا رہے ہیں۔ یہ مسلمان سدھائے ہوئے پرندے ہیں۔ یہ صرف شکل و صورت سے ہی مسلمان ہیں......مگر حق ہمارے ساتھ ہے۔ اگر خدائے عزوجل نے ہماری اعانت کی تو ہم انشاء اللہ کامیاب ہوں گے۔"

(انقلاب، 18اکتوبر 1945ء صفحہ 8)

قائداعظم کے متذکرہ بالا اعلان کے شائع ہونے کے فوراً بعد امام جماعت احمدیہ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمدؓ کے قلم سے ''آئندہ الیکشنوں کے متعلق جماعت احمدیہ کی پالیسی'' کے عنوان کے تحت ایک اہم مضمون جماعت کے آرگن الفضل مورخہ 22اکتوبر 1945ء میں شائع ہوا، جسے تاریخ پاکستان کے ابتدائی اور وقیع مورخ سید رئیس احمد جعفری نے اپنی تاریخی کتاب ''قائداعظم اور ان کا عہد'' میں درج ذیل عنوان کے تحت شائع کیا ہے:

اصحاب قادیان اور پاکستان

''جناب موصوف (امام جماعت احمدیہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ۔ ناقل) اپنی جماعت کے اصحاب کو ہدایت دیتے ہوئے فرماتے ہیں: ''آئندہ انتخابات میں ہر احمدی کو مسلم لیگ کی پالیسی کی تائید کرنی چاہئے تا انتخابات کے بعد مسلم لیگ بلاخوف تردید کانگرس سے کہہ سکے کہ وہ مسلمانوں کی نمائندہ ہے۔ اگر ہم اور دوسری جماعتیں ایسا نہ کریں گی تو مسلمانوں کی سیاسی حیثیت کمزور ہو جائے گی اور ہندوستان کے آئندہ نظام میں ان کی آواز بے اثر ثابت ہو گی اور ایسا سیاسی اور اقتصادی دھکا مسلمانوں کو لگے گا کہ چالیس پچاس سال تک ان کا سنبھلنا مشکل ہو جائے گا اور میں نہیں کہہ سکتا کہ کوئی عقلمند آدمی اس حالت کی ذمہ داری اپنے اوپر لینے کو تیار ہو۔ پس میں اس اعلان کے ذریعے تمام صوبہ جات کے احمدیوں کو مشورہ دیتا ہوں کہ وہ اپنی جگہ پر پورے زور اور قوت کے ساتھ آئندہ انتخابات میں مسلمانوں کی مدد کریں۔''

(''قائداعظم اور ان کا عہد'' صفحہ 422-421)

مندرجہ بالا پالیسی سے یہ بات روز روشن کی طرح ثابت ہو جاتی ہے کہ جب جماعت احمدیہ نے اپنے امام کی ہدایت کے مطابق قیام پاکستان کے حق میں قائداعظم کی جماعت مسلم لیگ کو ووٹ دیئے تھے تو پھر باؤنڈری کمشن کے سامنے (جولائی 1947ء) جماعت کی طرف سے پاکستان کی مخالفت کرنے کے الزامات کچھ منطق اور وزن نہیں رکھتے۔

مضمون نگار کا دعویٰ اور اس کی حقیقت

اب تینوں مخالفانہ مضامین سے مضمون نگار کے بلند بانگ دعویٰ کے چند اقتباسات اور ساتھ ساتھ جوابات پیش کئے جاتے ہیں:

(الف) "1947ء میں باؤنڈری کمشن کے روبرو پیش ہو کر قادیانیوں کے عمائدین نے بھارت میں شامل ہونے کی خواہش کا اظہار کیا''۔

(مضمون مطبوعہ 2اکتوبر 2007ء کالم نمبر 2)

یہ بالکل خلاف حقیقت الزام ہے اور سراسر بدنیتی پر مشتمل ہے۔ آپ ہرگز کوئی سچا حوالہ پیش نہیں کر سکتے۔ یہ سب چرب زبانی کا نتیجہ ہے جو مخالف پاکستان عناصر کی ایجاد ہے۔

(ب) مضمون نگار کا ایک اور اقتباس پڑھئے:

"یہ ایک حقیقت ثابتہ ہے کہ پاکستان کے جغرافیہ کا اولین قاتل پاکستان کا پہلا وزیر خارجہ سر چوہدری ظفر اللہ تھا۔"

(مضمون مطبوعہ 2اکتوبر 2007ء کالم نمبر 3)

یہ الزام بھی سراسر بہتان ہے۔ سر محمد ظفر اللہ خان نے اپنے فرض کو عمدگی سے نبھایا۔ الزام کے رد میں یہ حوالے پڑھئے:

قائداعظم کا انتخاب بالکل درست تھا۔ برصغیر کے جیّد اور وقیع صحافی م۔ش (مرحوم) اپنے مضمون مطبوعہ نوائے وقت میگزین مورخہ 6مارچ 1992ء میں تحریر کرتے ہیں:

''قائداعظم نے چوہدری سر محمد ظفر اللہ خاں کو مسلم لیگ کا کیس (باؤنڈری کمشن کے سامنے۔ ناقل) پیش کرنے کے لئے نامزد کیا تا کہ وہ پارٹیشن کمیٹی کے سامنے پیش ہوں۔ یہ سارا کیس تین جلدوں میں حکومت کی طرف سے شائع ہو چکا ہے۔ اس میں کمشن کے سامنے کانگرس، سکھوں اور مسلم لیگ کے کیس کا ایک ایک لفظ محفوظ ہے۔ جو چاہے اسے پڑھ سکتا ہے۔ قائداعظم معمولی انسان نہیں تھے۔ وہ تاثرات کی بناء پر لوگوں کے متعلق رائے قائم کرنے کے عادی نہ تھے بلکہ وہ تجربے کی کسوٹی پر لوگوں کو پرکھا کرتے تھے۔ انہوں نے بہت سوچ بچار کے بعد ظفر اللہ خاں کو مسلم لیگ کی نمائندگی کے لئے نامزد کیا تھا۔"

چشم دید و گوش شنید گواہی

تحریک پاکستان کے معروف کارکن سابق سفیر و وزیر احمد سعید کرمانی کے انٹرویو مطبوعہ قومی ڈائجسٹ بابت ماہ اگست 2002ء سے ایک مختصر سا اقتباس

''تو چوہدری صاحب (سر محمد ظفر اللہ خاں وکیل مسلم لیگ برائے باؤنڈری کمشن۔ ناقل) نے جو پھر بحث کی، ایڈوکیسی کی ہسٹری میں انڈیا کی نہیں، انگلینڈ کی نہیں، امریکہ کی نہیں، پوری دنیا میں اس کی کوئی مثال نہیں۔ آپ نہ مانیں مجھے کوئی اعتراض نہیں۔

اور سیتل واڈ جو بعد میں انڈیا کا اٹارنی جنرل بنا وہ انڈیا کی طرف سے پیش ہو رہا تھا کانگرس کی طرف سے، اس نے کہا اگر اس مقدمے کا فیصلہ دلائل کی بنیاد پر ہوتا تو ظفر اللہ خاں جیت چکے ھیں اور میں نہیں سمجھتا کہ اس سے اچھے آرگومینٹس مسلم انڈیا کی طرف سے کوئی پیش کر سکتا ہے۔ سیتل واڈ نے ٹربیوٹ (خراج) پیش کیا اوپن کورٹ میں۔ وہ تو پھر انگریز نے بدمعاشی کی نا۔ ریڈکلف نے جو ایوارڈ دیا۔"

(اقتباس از انٹرویو مطبوعہ قومی ڈائجسٹ، اگست 2002ء)

جناب حمید نظامی کا شاندار تبصرہ

''حد بندی کمشن کا اجلاس ختم ہوا ......کوئی چار دن سر محمد ظفر اللہ خان صاحب نے مسلمانوں کی طرف سے نہایت مدلّل، نہایت فاضلانہ اور نہایت معقول بحث کی۔ کامیابی بخشنا خدا کے ہاتھ میں ہے، مگر جس خوبی اور قابلیت کے ساتھ سر محمد ظفر اللہ خاں صاحب نے مسلمانوں کا کیس پیش کیا، اس سے مسلمانوں کو اتنا اطمینان ضرور ہو گیا کہ ان کی طرف سے حق و انصاف کی بات نہایت مناسب اور احسن طریقہ سے ارباب اختیار تک پہنچ دی گئی ہے۔ سر ظفر اللہ خاں صاحب کو کیس کی تیاری کے لئے بہت کم وقت ملا، مگر اپنے خلوص اور قابلیت کے باعث انہوں نے اپنا فرض بڑی خوبی کے ساتھ ادا کیا۔ ہمیں یقین ہے کہ پنجاب کے سارے مسلمان بلالحاظ عقیدہ ان کے اس کام کے معترف اور شکرگذار ہوں گے۔"

(نوائے وقت، یکم اگست 1947ء)

شکرگزاری کے مقابل پر ناشکرا پن

مضمون نگار نے اپنے مضمون (مطبوعہ 29 اکتوبر 2007ء) میں جس تحقیقاتی رپورٹ کا ذکر کیا ہے۔ اس عدالتی رپورٹ میں اور بھی بہت کچھ لکھا ہوا ہے۔ باؤنڈری کمشن کے حوالے سے تحقیقاتی عدالت کی رپورٹ میں یہ چشم کشا اور قابل غور Comments موجود ہیں:

''احمدیوں کے خلاف معاندانہ اور بے بنیاد الزامات لگائے گئے ہیں کہ باؤنڈری کمشن کے فیصلے میں ضلع گورداسپور اس لئے ھندوستان میں شامل کر دیا گیا کہ احمدیوں نے خاص رویہ اختیار کیا اور چوھدری ظفر اللہ خاں نے جنہیں قائداعظم نے اس کمشن کے سامنے مسلم لیگ کا کیس پیش کرنے پر مامور کیا تھا خاص قسم کے دلائل پیش کئے لیکن عدالت ھذا کا صدر، جو کمشن کا ممبر تھا، اس بہادرانہ جدوجہد پر تشکر و امتنان کا اظہار کرنا اپنا فرض سمجھتا ہے جو چوہدری ظفر اللہ خان نے گورداسپور کے معاملہ میں کی تھی۔ یہ حقیقت باؤنڈری کمشن کے کاغذات میں ظاہر و باہر ہے اور جس شخص کو اس معاملے میں دلچسپی ہو وہ شوق سے اس ریکارڈ کا معائنہ کر سکتا ہے۔ چوہدری ظفر اللہ خان نے مسلمانوں کی نہایت بے غرضانہ خدمات انجام دیں۔ ان کے باوجود بعض جماعتوں نے عدالتی تحقیقات میں ان کا ذکر جس انداز میں کیا ہے وہ شرمناک ناشکرے پن کا ثبوت ہے۔" (رپورٹ تحقیقاتی عدالت، صفحہ 209)

معترض مضمون نگار اپنی علمی اور صحافتی ذمہ داری کا احساس کریں اور قارئین کرام کو گمراہ کرنے کی کوشش نہ کریں جو واضح حقائق تاریخ کا حصہ بن چکے ہیں ان کو اپنے قلم کی سیاہی سے داغدار کرنے کو اپنا کمال نہ سمجھیں اور اپنے سے کہیں قد آور اور باخبر شخصیات کے دیانتدارانہ مشاہدے اور مضبوط گواہی کا منہ چڑانے کی بجائے خدا خوفی اور انصاف سے کام لیں۔

بعض جماعتوں کا بغض و عناد

قارئین کرام تحقیقاتی عدالت کے صدر کی سر محمد ظفر اللہ خان کی بہادرانہ جدوجہد کے حق میں چشم دید و گوش شنید گواہی اور بعض جماعتوں کے قابل شرم ناشکرے پن کا ذکر پڑھ چکے ہیں۔ یہ وہی جماعتیں تھیں جو آخر تک تحریک پاکستان اور قائداعظم کی مخالفت کرتی رہیں اور تحقیقاتی رپورٹ میں ان کا بھرپور ذکر موجود ہے۔ مذہب کی آڑ میں طبقاتی کشمکش اور فرقہ وارانہ نفرت و تشتت پیدا کرنا ان کا پسندیدہ مشغلہ رہا ہے۔ سر ظفر اللہ خان کی دیانتدارانہ خدمت کو داغدار کرنے کے لئے ان پر من گھڑت الزامات لگانا معترضین کے اندرونی بغض و تعصب کو ظاہر کرتا ہے۔ متذکرہ مضمون نگار اگر اپنے آپ کو اس صف میں شامل کرانے کا اشتیاق رکھتے ہیں تو یہ ان کی اپنی مرضی اور فیصلہ ہے۔

تاریخ کو مسخ کرنے کی حد ہو گئی

معلوم ہوتا ہے کہ مضمون نگار نے یا تو حقائق سے مکمل طور پر آنکھیں بند کر کے اپنے تینوں مضامین میں ایک ہی اعتراض کوئی بار دہرایا ہے یا پھر وہ اپنے قارئین کی آنکھوں میں پوری طرح دھول جھونکنا چاہتے ہیں کہ ان کو صحیح ملکی تاریخ سے آگاہی نہ ہو۔ اس بات کی وضاحت کے طور پر ان کے تینوں مضامین سے چند اقتباسات درج کئے جاتے ھیں۔ ہم نے ان اقتباسات کو نقل کرتے ہوئے بعض جگہ سے غلیظ الفاظ (مغلّظات) چھوڑ دیئے ہیں تا کہ شرفاء کو پڑھنے میں تأمل نہ ہو۔ مضمون نگار لکھتے ہیں:

(ا) "1947ء میں باؤنڈری کمشن کے روبرو پیش ہو کر قادیانیوں کے عمائدین نے بھارت میں شامل ہونے کی خواہش کا اظہار کیا۔ یوں پاکستان کے خلاف ...... سازش کرتے ہوئے اس علاقہ کو بھارت میں شامل کروا دیا۔"

(مضمون مطبوعہ 2اکتوبر 2007ء صفحہ 10 کالم 2)

(ب) "سر ظفر اللہ نے ریڈکلف کمشن کے روبرو گورداسپور کو بھارت میں شامل کرنے کے لئے مرزا بشیر الدین محمود کے میمورنڈم کو پیش کر کے پاکستان کی شہ رگ پر خنجر رکھا...... سچی بات تو یہ ہے کہ اگر قادیانی فرقہ کا پیشوا ریڈکلف کمشن کے سامنے علیحدہ میمورنڈم پیش نہ کرتا تو گورداسپور کی مسلم اکثریت، اقلیت میں تبدیل نہ ہوتی۔"

(مضمون مطبوعہ 29اکتوبر 2007ء صفحہ 10 کالم 1)

(ج) "ارباب خبر و نظر جانتے ہیں کہ قیام پاکستان کے وقت قادیانی گروہ کے سربراہ مرزا بشیر الدین محمود نے قادیان کے علاقہ کا کیس ریڈکلف کمشن کے سامنے غیر مسلم اکثریت کے علاقہ کی حیثیت سے پیش کیا۔"

مخالف مضمون نگار آگے چل کر لکھتے ہیں:

"ایک شہرہ آفاق محقق زاہد الراشدی کے مطابق گورداسپور کے علاقہ جہاں قادیان واقع ہے کی صورتحال یہ تھی کہ اگر قادیانی آبادی خود کو مسلمانوں کے ساتھ شامل کراتی تو یہ خطہ زمین پاکستان کے حصہ میں آجاتا۔"

(مضمون مطبوعہ 30 اکتوبر 2007ء صفحہ 10 کالم 1)

سچی بات کے دعویدار کا طریقہ واردات

ہم نے ہٹلر کے ساتھی گوئبلز کے متعلق سن رکھا ہے کہ اس کا طریق کار یہ تھا کہ کسی غلط بات یا جھوٹ کو اتنی شدت اور اس تواتر سے بیان کرتے جاؤ کہ لوگ یہ سمجھنے پر مجبور ہو جائیں کہ واقعی وہ بات سچ ہے۔ یہی طریقہ واردات مخالف مضمون نگار کا ہے۔ انہوں نے اپنے تینوں مذکورہ مضامین میں اس بات پر بار بار زور دیا ہے کہ (جولائی 1947ء میں صوبہ پنجاب کی تقسیم کے بارہ میں فیصلہ دینے کے مجاز) ریڈ کلف کمشن کے سامنے جماعت احمدیہ کے دوسرے امام صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد اور سر ظفر اللہ خان نے (نامزد وکیل آل انڈیا مسلم لیگ) یہ موقف پیش کیا کہ احمدیوں کو غیر مسلم سمجھتے ہوئے ضلع گورداسپور (جس میں قادیان شامل تھا) کو بھارت کے ساتھ شامل کیا جائے۔

سچی بات کیا ہے؟

مضمون نگار نے مندرجہ بالا دعویٰ کو ''سچی بات'' کے طور پر پیش کیا ہے اور اس پر بار بار زور دیا ہے لیکن ہم اپنے قارئین کو ڈنکے کی چوٹ بتاتے ہیں کہ مضمون نگار کی ''سچی بات'' سو فیصد جھوٹی ہے اور وہ اپنے دعویٰ کو ثابت کرنے کے قطعاً اہل نہیں ہیں۔

سچی بات یہ ہے کہ ریڈ کلف کمشن کے سامنے حضرت امام جماعت احمدیہ یا جماعت کے کسی فرد نے قطعاً یہ موقف اختیار نہیں کیا کہ جماعت کو غیر مسلم سمجھا جائے۔

سچی بات یہ ہے کہ جماعت احمدیہ کی طرف سے ریڈ کلف کمشن کے سامنے ہرگز ایسا میمورنڈم پیش نہیں کیا گیا کہ ضلع گورداسپور (بشمول قادیان) کو بھارت کے ساتھ شامل کیا جائے۔

سچی بات یہ ہے کہ سر محمد ظفر اللہ خاں کو قائداعظم نے مسلم لیگ کی طرف سے باؤنڈری کمشن کے سامنے پاکستان کا کیس پیش کرنے کی ذمہ داری سونپی تھی، جو انہوں نے شایان شان طریقہ سے نبھائی۔ سر ظفر اللہ خان نے جماعت احمدیہ کی طرف سے ایسا کوئی میمورنڈم ریڈ کلف کمشن کے سامنے پیش نہیں کیا جو مسلم لیگ کے موقف کے خلاف جاتا ہو۔

اور سچی بات یہ ہے کہ جماعت احمدیہ نے اپنے وکیل شیخ بشیر احمد کے ذریعہ ریڈ کلف کمشن کے سامنے یہ پُر زور موقف اور میمورنڈم پیش کیا تھا کہ ضلع گورداسپور (بشمول قادیان) کو مسلم اکثریت کا علاقہ قرار دیتے ہوئے پاکستان کے ساتھ شامل کیا جائے۔

اب حوالوں کا ذکر کیا جاتا ہے:

1۔ پہلا حوالہ تو جسٹس محمد منیر کا ہے جو ریڈ کلف کمشن میں بطور ممبر شامل تھے اور انہوں نے ساری کاروائی سنی اور دیکھی۔ بعد میں انہوں نے بحیثیت صدر تحقیقاتی عدالت اپنی رپورٹ میں سر ظفر اللہ خاں کی شاندار کارکردگی اور بہادرانہ جدوجہد کو بھرپور خراج تحسین پیش کیا ہے۔ یہ حوالہ پہلے لکھا جا چکا ہے۔ (رپورٹ تحقیقاتی عدالت، ص209)

2۔ دوسرا حوالہ بھی قارئین پڑھ چکے ہیں جو کہ تاریخ پاکستان کا حصہ بن چکا ہے کیونکہ یہ اسی موقع پر نوائے وقت اخبار کے ممتاز ایڈیٹر حمید نظامی صاحب نے اپنے اخبار میں بطور خبر و تبصرہ ریکارڈ کر دیا تھا۔

(نوائے وقت، یکم اگست 1947ء)

3۔ تیسرا حوالہ سابق سفیر و وزیر سعید احمد کرمانی کے انٹرویو سے پیش کیا جاتا ہے۔

جماعت احمدیہ نے پاکستان کے حق میں میمورنڈم پیش کیا

سعید احمد کرمانی صاحب بھی باؤنڈری کمشن کی کاروائی سے خوب آگاہ ہیں اور سماعت کے موقع پر شامل ہوتے رہے۔ اپنے انٹرویو میں کہتے ہیں:

"شیخ بشیر احمد وکیل تھے احمدیوں کے پھر جج ہائی کورٹ کورٹ میں رہے۔ وہ احمدی جماعت لاہور کے امیر تھے۔ وہ باؤنڈری کمشن میں احمدیوں کی طرف سے پیش ہوئے۔ انہوں نے جم کے سپورٹ کیا پاکستان کو۔

سوال: باؤنڈری کمشن کے سامنے؟

احمد سعید کرمانی کا جواب: ہاں! انہوں نے میمورنڈم پیش کیا۔ اس میں تائید کی ہوئی ہے

پاکستان موومنٹ کی اور کہا ہے کہ مسلمانوں کا یہ مطالبہ ٹھیک ہے۔ میں موجود تھا وہاں۔ یہ فیکٹ آف لائف ہے۔ کوئی مانے یا نہ مانے لیکن احمدیوں نے قیام پاکستان کی تحریک کا ساتھ دیا۔ میں احمدی نہیں ہوں۔"

(از انٹرویو سعید احمد کرمانی۔ قومی ڈائجسٹ اگست 2002ء)

قوم کے سامنے سچی تاریخ پیش کریں

شعبدہ بازی سے کام لینا اور حقائق کو مسخ کرنا کوئی بہادری اور خوبی کا کام نہیں جسے کوئی قلمکار اپنی کامیابی قرار دے سکے۔ ہاں اس سے کچھ عرصہ کے لئے ذہنوں اور سوچوں میں پراگندگی ضرور پیدا کی جا سکتی ہے لیکن جب حقائق سامنے آجائیں تو ایسے قلمکار کو ناقابل اعتبار ہی گردانا جائے گا۔ ہم باؤنڈری کمشن کے سامنے سر ظفر اللہ خاں کی شاندار کارکردگی اور مسلم لیگ اور پاکستان کے حق میں پرخلوص اور لاجواب وکالت کے سلسلہ میں کئی مستند اور معتبر حوالے پیش کر چکے ھیں۔ قارئین کرام کی مزید تشفی اور معلومات کے لئے اب مستند و مسلمہ حکومتی دستاویز کا ذکر کیا جاتا ہے۔ کتاب کا نام ہے:

The Partition of the Punjab 1947, Volume II, Published by National Documentation Centre, Lahore.

اس کتاب کا 1983ء کا ایڈیشن ہمارے سامنے موجود ہے یعنی یہ سرکاری دستاویزات کا مجموعہ ''فوجی آمر'' ضیاء الحق کے دور حکومت میں شائع ہوا ہے، جنہوں نے ہمیشہ احمدیوں کی مخالفت ہی کی ہے، اس لئے متذکرہ مجموعہ دستاویزات "پنجاب کی تقسیم" کا من وعن شائع ہو جانا بڑی غنیمت ہے۔

جماعت احمدیہ کی طرف سے پیش کیا گیا میمورنڈم

یہ متذکرہ سرکاری مجموعہ دستاویزات "پنجاب کی تقسیم" کے صفحہ 240 سے شروع ہوتا ہے اور یہ میمورنڈم احمدی وکیل شیخ بشیر احمد نے باؤنڈری کمشن کے سامنے پیش کیا تھا۔ شیخ بشیر احمد وکیل کا پہلا جملہ ہی یہ ہے:

"(ترجمہ) میں چاہتا ہوں کہ میں اپنی معروضات اس معین معاملہ تک ہی محدود رکھوں یعنی قادیان کا خصوصی دعویٰ اور موقف کہ اس بستی کو مغربی پنجاب (پاکستان۔ ناقل) میں شامل کیا جائے۔"

آگے چل کر احمدی وکیل شیخ بشیر احمد نے وضاحت سے کہا کہ: ''سب سے مقدم قابل غور بات یہ ہے کہ قادیان مسلم اکثریت والے علاقے میں واقع ہے۔ آپ (جماعت احمدیہ کی طرف سے پیش کردہ) نقشہ کو دیکھ کر خوش ہوں گے کہ تحصیل بٹالہ کو سبز رنگ میں دکھایا گیا ہے اور قادیان اس کے اندر واقع ہے۔ ساتھ کا سبز رنگ مسلم اکثریت والے علاقے کو ظاہر کرتا ہے اور تحصیل بٹالہ اس میں شامل ہے۔ اب خواہ تحصیل کے لحاظ سے دیکھا جائے یا ذیل یا تھانہ یا قانون گو کے ایریا کے لحاظ سے دیکھا جائے، یہ (قادیان کا قصبہ۔ ناقل) مسلم اکثریت والے علاقہ میں آتا ہے...... آپ نقشہ میں دیکھیں گے کہ کسی یونٹ یا بنیاد کو لے لیں آپ قادیان کو مسلم اکثریت والی آبادی کے علاقہ میں پائیں گے...... یہ بات اس موضوع پر حرف آخر کی حیثیت رکھتی ہے''۔

(کتاب پنجاب کی تقسیم صفحہ 241-240)

وکیل جماعت احمدیہ کا برملا مؤقف واعلان

شیخ بشیر احمد نے جماعت کی طرف سے میمورنڈم پیش کرتے ہوئے اعلان کیا:

"قادیان اسلامی دنیا کا ایک فعال بین الاقوامی یونٹ بن چکا ہے۔ اس لئے اس یونٹ نے یہ فیصلہ کرنا ہے کہ وہ ھندوستان میں شامل ہونا چاہتا ہے کہ پاکستان میں اور ہم نے پاکستان میں شامل ہونے کا فیصلہ کر لیا ہے۔"

(صفحہ 251)

اس تاریخی اور مستند دستاویز کے پیش کردہ حوالوں سے معترض مضمون نگار اور انکے نام نہاد محقق کے دعووں کی قلعی کھل گئی ہے کہ "اگر قادیانی آبادی خود کو مسلمانوں کے ساتھ شامل کراتی تو یہ خطہ (گورداسپور) مسلمانوں کے حصہ میں آتا''۔

(مضمون مطبوعہ 30 اکتوبر 2007ء، کالم نمبر 1)

جماعت احمدیہ کو اس لئے مسلم لیگ کے حق میں الگ میمورنڈم پیش کرنا پڑا کہ کچھ مذہبی طبقے جب بھی موقع ملتا، احمدیوں کو غیر مسلم قرار دیتے تھے اور اس بہانے سے ھندو وکیل یہ دلیل دے سکتا تھا کہ احمدیوں کو الگ کر کے ضلع گورداسپور کو مسلم اقلیت کا حصہ قرار دے دیا جائے، اس لئے یہ میمورنڈم پاکستان کی بہت بڑی خدمت کا باعث بنا۔ بعد میں ایوارڈ میں بے ایمانی تو لارڈ ماؤنٹ بیٹن اور ریڈ کلف نے کی تھی۔

سر محمد ظفر اللہ خاں کی شاندار وکالت

ریڈ کلف باؤنڈری کمشن کے سامنے سر محمد ظفر اللہ خان نے مسلم لیگ کے کیس کی کیسی شاندار اور مؤثر وکالت کی، اس سلسلے میں پہلے حوالے دیئے جا چکے ہیں۔ اب اس سراسر غلط الزام کے رد کے لئے کہ: '' قادیان کے علاقہ کا کیس ریڈ کلف کمشن کے سامنے غیر مسلم اکثریت کے علاقہ کی حیثیت سے پیش کیا''۔ اور یہ کہ

"سر ظفر اللہ نے ریڈ کلف کمشن کے روبرو گورداسپور کو بھارت میں شامل کرنے کے لئے مرزا بشیر الدین محمود کے میمورنڈم کو پیش کر کے پاکستان کی شہ رگ پر خنجر رکھا''

(مضمون مطبوعہ 29 اکتوبر 2007)

ہم پہلے بھی لکھ چکے ہیں کہ یہ بات سرے سے ہی غلط ہے کہ سر ظفر اللہ خاں نے کوئی اس قسم کا میمورنڈم پیش کیا تھا۔ دوسری بات یہ ہے کہ آیئے نمونے کے طور پر سرکاری ریکارڈ سے دیکھتے ہیں کہ سر ظفر اللہ خاں نے مسلم لیگ کا کیس پیش کرتے ہوئے کمشن کے سامنے کیا کہا تھا۔ کتاب '' پنجاب کی تقسیم'' کے مطابق سر ظفر اللہ خاں نے مختلف زاویوں سے ضلع گورداسپور کو مسلم اکثریت کا اعلیٰ درجہ کا ضلع قرار دیتے ہوئے ذکر کیا کہ:

"ضلع گورداسپور میں دو ڈگری کالج ھیں۔ ایک بٹالہ میں جو عیسائیوں کا کالج ہے اور ایک قادیان میں جو مسلمانوں (احمدیوں) کا کالج ہے۔ قادیان کالج نے بی ایس سی اور ایم ایس سی کی سائینس کلاسیں شروع کرنے کے لئے درخواست دی ہوئی ہے۔"

(پنجاب کی تقسیم، صفحہ 441)

پھر سر ظفر اللہ خان نے قادیان کو مسلم آبادی قرار دیتے ہوئے کہا:

"قادیان مسلمان قوم میں سب سے زیادہ فعال تبلیغی اور تعلیمی تنظیم کا ہیڈ کوارٹرز ہے، جس کی شاخیں دنیا بھر میں پھیلی ہوئی ہیں۔" (صفحہ 441)

پھر سر محمد ظفر اللہ خاں نے کمشن کے سامنے ضلع گورداسپور کو مسلم اکثریت کا علاقہ ثابت کرتے ہوئے صاف صاف اعلان کیا:

"مجموعی طور پر یہ مسلم اکثریت کا ضلع ہے۔ اس کی تین تحصیلوں میں مسلمان آبادی کی اکثریت ہے، یعنی بٹالہ میں (جس میں قادیان واقع ہے۔ مترجم)، گورداسپور میں اور شکر گڑھ میں۔ اس ضلع میں مسلمان بالغوں (ووٹرز۔ مترجم) کی اکثریت ہے۔ یہ واحد ضلع ہے جہاں مسلمانوں نے صنعت کے میدان میں قدم جمانے کے لئے کامیاب کوشش کی ہے۔ اس ضلع میں مسلمانوں کی عالم گیر مذہبی تنظیم کا مرکز (قادیان۔ مترجم) واقع ہے۔"

اسی طرح متعدد حقائق و دلائل دینے کے بعد سر محمد ظفر اللہ خاں نے زور دیتے ہوئے کہا:

"پھر کیسے اور کس بنیاد پر یہ دعویٰ کیا جاتا ہے کہ گورداسپور کو غیر مسلم اکثریت کا ضلع قرار دیا جائے اور اسے مشرقی پنجاب (ہندوستان۔ مترجم) میں جانے دیا جائے؟؟ میرا موقف یہ ہے کہ ایسا کرنے کا رتی بھر بھی جواز نہیں ہے۔" (پنجاب کی تقسیم، صفحہ 243-242)

اب کیا فرماتے ہیں حافظ شفیق الرحمٰن اور ان کے ہمنوا؟

توحید کے متوالوں پر تکفیر کے فتوے
واعظ کا ہے کیا خوب یہ انداز بیاں بھی

ایوارڈ میں بے ایمانی لارڈ ماؤنٹ بیٹن اور ریڈ کلف نے کی۔

مستند حوالوں سے یہ بات ثابت کی جا چکی ہے کہ مخالف مضمون نگار کا یہ دعویٰ سراسر بے بنیاد اور باطل ہے کہ جماعت احمدیہ کے دوسرے امام صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب یا سر محمد ظفر اللہ خاں نے ریڈ کلف باؤنڈری کمشن کے سامنے یہ بیان دیا تھا کہ قادیان کو ھندوستان میں شامل کیا جائے۔ اس کے بالکل برعکس یہ بات ثابت شدہ ہے اور حکومت پاکستان کے شائع کردہ دستاویز'' پنجاب کی تقسیم'' کے حوالہ سے بھی بیان ہو چکی ہے کہ جماعت احمدیہ نے اپنے فاضل وکیل شیخ بشیر احمد صاحب کے ذریعہ کمشن کے سامنے اس بات پر زور دیا تھا کہ قادیان کو پاکستان میں شامل کیا جائے۔ ایوارڈ میں بے ایمانی دراصل آزاد ہندوستان کے پہلے گورنر جنرل لارڈ ماؤنٹ بیٹن نے ریڈ کلف (سربراہ باؤنڈری کمشن) پر دباؤ اور اثر ڈال کر کرائی کیونکہ لارڈ ماؤنٹ بیٹن، قائداعظم محمد علی جناح اور پاکستان کا دشمن تھا اور اسے یہ غصہ تھا کہ قائداعظم نے کمال جرأت اور اصول سے کام لیتے ہوئے اسے پاکستان کا گورنر جنرل بنانے سے انکار کر دیا تھا، اس لئے وہ پاکستان دشمنی پر اتر آیا نتیجۃً ریڈ کلف کمشن فقط ایک ڈھونگ

ثابت ہوا۔اس سلسلہ میں ہمارے پاس متنوع اور معتبر اہل علم وقلم کے اس قدر حوالے موجود ہیں کہ ان کو کئی صفحات پر پھیلایا جا سکتا ہے۔ بہرحال اختصار سے کام لیتے ہوئے چند حوالے پیش کئے جاتے ہیں۔

1۔جید صحافی جناب حمید نظامی کا تبصرہ

نوائے وقت کے بانی اور مایہ ناز صحافی جناب حمید نظامی نے "بے ایمانی کا شاہکار" کے زیرعنوان لکھا:

’’ایوارڈ قارئین کی نظر سے گزر چکا ہے۔سچ پوچھئے تو اس پر ہماری طرف سے کسی تبصرہ کی کوئی ضرورت نہیں۔ قوموں کی سیاسی تاریخ میں ایسی واضح اور بین بددیانتی کی مثال مشکل سے ہی ملے گی۔ہم پوری ذمہ داری کے ساتھ یہ کہتے ہیں کہ کمشن کے صدر سر ریڈکلف نے جانبداری اور بے انصافی ہی سے کام نہیں لیا بلکہ جان بوجھ کر بددیانتی کی ہے اور ہندوستان کے گورنر جنرل لارڈ ماؤنٹ بیٹن بھی ان کے شریک کار اور معاون ومؤید ہیں۔"

(نوائے وقت،21اگست 1947ءبحوالہ مضمون ’’حمید نظامی اپنے اداریوں کی روشنی میں‘‘،مطبوعہ نوائے وقت مورخہ 17نومبر 1987ء)

2۔قائداعظم کا حتمی بیان

قائداعظم سے بڑھ کر کون صاحب نظر وخبر ہوسکتا ہے۔آپ نے اپنے بیان میں کہا:

" مجھے یہ کہتے ہوئے کوئی ہچکچاہٹ محسوس نہیں ہوتی کہ ریڈکلف ایوارڈ میں مسلمانوں کے ساتھ فراڈ کیا گیا ہے۔ پنجاب کے ضلع گورداسپور کے ایک علاقہ کو جو آبادی کے لحاظ سے مسلم اکثریت کا علاقہ تھا محض اس لئے ہندوستان کے حوالہ کر دیا گیا کہ ہندوستان کو کشمیر میں داخل ہونے کے لئے ایک چور دروازہ مل جائے۔ پاکستان نے 1947ء میں ریڈکلف ایوارڈ کو امانت داری سے تسلیم کیا تھا لیکن بھارت کی نیت میں شروع سے ہی فتور تھا۔اس فتور کا ثبوت کشمیر پر بھارت کا غاصبانہ قبضہ ہے۔"

(بیان قائداعظم بحوالہ مضمون ’’پاکستان کی شہ رگ کی بازیابی‘‘ ازمحمد خان نقشبندی،مطبوعہ نوائے وقت، مورخہ 23اکتوبر 2006ء)

3۔مولانا عبدالستار نیازی کا واضح بیان

مخالف طبقہ کی طرف سے ایک عرصہ تک الزام تراشی کے بعد وقت گزرنے کے ساتھ آخر اسی گروہ سے ایک سچی گواہی نکل آئی۔قومی اخبارات کی 25جولائی 1997ء کی اشاعت میں مولانا عبدالستار نیازی کا یہ بیان شائع ہوا:

" جمیعت علمائے پاکستان (نیازی) کے صدر سینٹر مولانا عبدالستار نیازی نے کہا ہے کہ مسلم لیگ کو انگریز کی پٹھو قرار دینا مسلم لیگیوں کی غیرت کے لئے کھلا چیلنج ہے ...... مولانا عبدالستار خان نیازی نے ولی خان کے ان ریمارکس پر سخت تنقید کی کہ مسلم لیگ انگریز کی پٹھو تھی اور کہا کہ انگریز تو آخر وقت تک مسلم لیگ اور اس کے مطالبہ پاکستان کی مخالفت کرتا رہا۔ریڈکلف ایوارڈ میں بددیانتی اور گورداسپور سمیت بعض علاقوں سے پاکستان کی محرومی اس کا واضح ثبوت تھا۔لارڈ ماؤنٹ بیٹن کے دل ودماغ میں قائداعظم کے خلاف نفرت بھی کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں تھی۔انہوں نے کہا کہ قوم وطن سے بنتی ہے۔اسلام کا تصور نہیں۔اس حوالے سے علامہ اقبال نے مولانا حسین احمد مدنی پر بھی سخت تنقید کی تھی۔"

(بیان مولانا عبدالستار خان نیازی،مطبوعہ نوائے وقت، 25جولائی 1997ءصفحہ 3و8)

4۔انگریز مصنف پول کھولتا ہے

سابق وزیر اطلاعات ونشریات مشاھد حسین اپنے ایک مضمون ’’2003ء کی منتخب کتابیں‘‘ میں یوں رقمطراز ہیں:

’’ چرچل کے ممتاز مقلدین‘‘ کے مصنف اینڈریو رابرٹس ہیں۔ یہ کتاب 1994ء میں شائع ہوئی تھی اور اسے لارڈ ماؤنٹ بیٹن کے بارے میں کسی انگریز مصنف کی صادق ترین اور معلومات افزاء کتاب کا درجہ حاصل ہے۔ یہ کتاب مجھے بہت کم قیمت پر مل گئی۔ اس کتاب میں ہندوستان میں برطانیہ کے آخری وائسرائے کے بارے میں 82 صفحات شامل ہیں، جن میں واضح طور پر بڑی تفصیل سے بتایا گیا ہے کہ ریڈکلف ایوارڈ میں،جس کے تحت پنجاب کو تقسیم کیا گیا تھا کیا تبدیلی کی گئی تھی۔ چنانچہ 9اگست 1947ءکو فیروز پور اور زیرہ کی تحصیلیں پاکستان میں شامل تھیں،لیکن 12اگست 1947ءکو ہندوستان میں شامل کردی گئیں اور پنجاب کی تقسیم کی لکیر تبدیل کردی گئی۔ رابرٹس نے لکھا ہے ریڈکلف پر ماؤنٹ بیٹن نے دباؤ ڈال دیا تھا کہ وہ تقسیم کی لکیر کو تبدیل کردے۔اس نے لکھا ہے کہ حدبندی خفیہ طور پر تبدیل کردی گئی جو پاکستان کے خلاف تھی"۔ (نوائے وقت،مورخہ 30جنوری 2004ء)

5۔سرمحمد ظفراللہ خان نے اپنا فرض کمال ذمہ داری سے نبھایا

قارئین کرام آیئے ایک تاریخی واقعہ پڑھتے ہیں۔ معروف صحافی جناب منیر احمد منیر اپنے ایک کالم میں لکھتے ہیں:

" قائداعظم نے چوہدری ظفراللہ خاں کو پنجاب باؤنڈری کمشن کے سامنے مسلم لیگ کا کیس پیش کرنے کے لئے مقرر کیا تھا اور جب چوہدری ظفراللہ خاں یہ کیس پیش کرچکے،قائداعظم نے انہیں شام کے کھانے کی دعوت دی اور انہیں معانقہ کا شرف بخشا جو قائداعظم کی طرف سے کرہ ارض پر بہت کم لوگوں کو نصیب ہوا۔معانقہ کرنے کے بعد قائداعظم نے چوہدری ظفراللہ خان سے کہا" میں تم سے خوش ہوں اور تمہارا نہایت ممنون ہوں کہ جو کام تمہارے سپرد کیا گیا تھا،تم نے اسے اعلیٰ قابلیت اور نہایت احسن طریقے سے سرانجام دیا۔"

(کالم مطبوعہ روزنامہ خبریں،7جون 2003ء)

کشمیر کے حوالے سے الزام خودبخود دریابرد ہوگیا

مضمون نگار نے اپنے تینوں (متذکرہ) مضامین میں اپنے خودساختہ دعویٰ کی بناء پر اور اپنے ’’ممدوح محقق‘‘ کی ہمنوائی میں یہ بات بھی درج کی ہے کہ:

’’چوہدری ظفراللہ خان نے مرزا بشیرالدین محمود کی ہدایت پر قادیانیوں کی فائل مسلمانوں سے الگ ریڈکلف کمشن کے سامنے پیش کی جس کی بنیاد پر گورداسپور کو غیر مسلم اکثریت کا علاقہ قرار دے کر بھارت کے حوالے کردیا گیا اور قادیانیوں کے اسی فیصلہ کے نتیجہ میں بھارت کو کشمیر کے لئے زمینی راستہ ملا اور اس نے کشمیر پر قبضہ کرلیا۔‘‘

(مضمون مطبوعہ 30اکتوبر 2007ء)

تاریخ کو مسخ کرنے اور حقائق کا منہ چڑانے کا جو طریقہ ان صاحبان (مداح وممدوح) نے گھڑا ہے وہ کسی انصاف پسند کے حاشیہ خیال میں بھی نہیں آ سکتا۔قارئین کرام ہمارے مضمون میں واضح حقائق اور ٹھوس حوالے پڑھ چکے ہیں جو روز روشن کی طرح ثابت کرتے ہیں کہ مضون نگار کے مندرجہ بالا مزعومہ ومفروضہ عبارت کی ایک بات بھی سچ نہیں ہے۔ ریڈکلف کمشن کے سامنے نہ احمدیوں نے اپنے آپ کو مسلمانوں سے الگ ظاہر کیا، نہ سرمحمد ظفراللہ خان نے اس طرح کا کوئی دعویٰ پیش کیا اور نہ ہی کمشن نے اس بناء پر گورداسپور کا غیرمسلم اکثریت کا علاقہ قرار دیا۔ کیونکہ احمدیوں نے تو سراسر مسلم لیگ اور پاکستان کے حق میں اپنا پرزور موقف اختیار اور ثابت کیا تھا۔ اس لئے کشمیر کے حوالے سے جماعت احمدیہ یا اس کے قائدین پر اتہام لگانا کوڑی برابر بھی وزن اور حقیقت نہیں رکھتا۔مضمون نگار کا یہ سارا تانا بانا تارتار ہوکر رہ گیا ہے۔گورداسپور اور کئی دوسرے علاقوں کا بھارت میں شامل کرانا اور کشمیر پر ناجائز قبضہ کرنا بھارت اور ماؤنٹ بیٹن کی ملی بھگت اور پاکستان دشمنی کا نتیجہ تھا جس کے لئے ریڈکلف کو مہرے کے طور پر استعمال کیا گیا۔اس سلسلہ میں ہم کئی ٹھوس حوالے پیش کرچکے ہیں۔تاریخ کو مسخ کرنے کا کسی کو کیا حق ہے؟

گول میز کانفرنس میں نمائندگی

مضمون نگار نے اپنے مضمون مطبوعہ 29 اکتوبر 2007ء میں اپنے مخصوص جلے بھنے انداز میں ان حضرات کو طعنہ دیا ہے جو

’’اس بات کا بہت چرچا کرتے ہیں کہ سرظفراللہ خان 20ویں صدی کے تیسرے عشرہ سے برصغیر میں ایک مسلم راہنما کی حیثیت سے کام کررہے تھے، وہ اس ضمن میں سرظفراللہ کی گول میز کانفرنس میں شرکت کو سند کے طور پر پیش کرتے ہیں۔ سرظفراللہ کو گول میز کانفرنس میں نمائندگی سرفضل حسین نے دلائی۔‘‘(کالم،نمبر1)

آگے چلنے سے پہلے ہم معترض کی اس بات کا جائزہ لیتے ہیں۔انہوں نے یہ بات ایسے انداز میں بیان کی ہے گویا سرفضل حسین نے صرف سرمحمد ظفراللہ خان کو ہی خاص طور پر نمائندگی دلوائی تھی،مگر جس کتاب کے حوالے سے وہ آگے چل کر سرمحمد ظفراللہ خان پر بہت بڑا اعتراض دھرنے لگے ہیں،اس کتاب یعنی "اقبال کے آخری دوسال" کے مصنف ڈاکٹر عاشق حسین بٹالوی مسلمانان ہند کے وسیع مفادات کے خلاف چند عناصر اور کانگرس کی مخالفت کے پیش نظر یہ نکتہ بیان کرتے ہیں:

"ان حالات میں میاں فضل حسین کی یہ رائے بالکل درست اور صائب تھی کہ گول میز کانفرنس میں جانے والا مسلمان وفد ہم خیال،متحد اور ایک پروگرام کے تحت کام کرنے والے افراد پر مشتمل ہونا چاہئے۔چنانچہ انہوں نے وائسرائے سے کہہ کر ذیل کے اصحاب کو نامزد کرایا۔ آغا خان،مولانا محمد علی،سرشاہ نواز بھٹو،نواب صاحب چھتاری، راجہ شیر محمد خاں،مولوی فضل الحق،سرعبدالکریم غزنوی،سرغلام حسین ہدایت اللہ، حافظ ہدایت حسین، مسٹر جناح ، سرعبدالقیوم ، سرسلطان احمد، سرمحمد شفیع، ڈاکٹر شفاعت احمد خان اور چوھدری ظفراللہ خان۔"

(اقبال کے آخری دوسال،صفحہ 258-257)

مضمون نگار آگے چل کر سرمحمد ظفراللہ خاں کے متعلق مخالفانہ رویہ اختیار کرتے ہوئے مندرجہ بالا کتاب "اقبال کے آخری دوسال" کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ سرفضل حسین نے 10 مئی 1930ءکو انگریز گورنر یوپی کے نام اپنے خط میں لکھا تھا کہ:

"اگر جناح اپنی تقریروں میں اپنے خیالات کا اظہار کرنے لگ جائے جو محض اس کے ذاتی خیالات ہیں اور جس سے ہندوستانی مسلمان قطعاً متفق نہیں تو پھر کانفرنس میں ایک آدھ ایسا مضبوط اور نڈر آدمی ضرور ہونا چاہئے، جو کھڑا ہوکر جناح کو دوبدو جواب دے سکے اور یہ کہہ سکے کہ جناح کے خیالات ہندوستانی مسلمانوں کے خیالات نہیں ہیں...... مجھے یقین ہے کہ شفاعت احمد اور ظفراللہ اس فرض کی بجاآوری سے قطعاً دریغ نہیں کریں گے۔"

(مضمون مطبوعہ 29اکتوبر 2007)

غلط تأثر دینے کی کوشش

مضمون نگار اس حوالے سے یہ تاثر دینے کی کوشش کرتے ہیں کہ سرمحمد ظفراللہ خان کو محض مسٹر جناح کی مخالفت کے لئے سرفضل حسین نے گول میز کانفرنس میں بھجوایا تھا۔ یہ ان کا غلط استدلال ہے کیونکہ گول میز کانفرنس کے موقع پر ان دونوں لیڈروں کی آپس میں کوئی مخالفت یا ناچاقی نہیں ہوئی۔ اس لئے معترض کا یہ تاثر دینا کہ سرظفراللہ خان کو بھیجا ہی اس مقصد کے لئے گیا تھا کہ وہ مسٹر جناح کے ساتھ کسی قسم کی مخاصمت یا مغائرت کی فضا پیدا کریں، نہ درست ہے، نہ ہی عملاً اس موقع پر کوئی ایسی بات ظاہر ہوئی۔ پھر یہ بات بھی غورطلب ہے کہ سرفضل حسین کے اپنے ذہن میں ایک خدشہ پیدا ہوا اس سے یہ کہاں ثابت ہوا کہ انہوں نے سرظفراللہ خان کو یہ سکھا کر بھیجا تھا کہ وہ ایسا موقع پیدا کریں اور نہ ہی یہ ثابت ہوتا ہے کہ سرمحمد ظفراللہ خاں نے کسی ایسی بات کی حامی بھری ہو۔مضمون نگار صرف سرمحمد ظفراللہ خان کے خلاف اپنے بغض وعناد کی بھڑاس نکال رہے ہیں اور کچھ بھی مقصد نہیں ہے۔اسے کہتے ہیں خداواسطے کا بیر ہونا۔

گول میز کانفرنس کی شاندار کامیابی

ہندوستان سے جو عمائدین اس کانفرنس میں شامل ہوئے انہوں نے اپنے ملک وقوم کی خدمت کی پوری کوشش کی اور ان کو قابل ذکر کامیابیاں حاصل ہوئیں۔ ڈاکٹر عاشق حسین بٹالوی اس سلسلہ میں تحریر کرتے ہیں:

" گول میز کانفرنس میں مسلمانوں کو جس قدر کامیابی ہوئی۔اس کا سہرا میاں فضل حسین کے سر ہے۔مسلم کانفرنس کے کم وبیش تمام مطالبات منظور کر لئے گئے تھے۔جداگانہ انتخاب بدستور قائم رہا۔مسلم اقلیت کے صوبوں میں ویٹیج برقرار رکھا گیا۔صوبہ سرحد میں مکمل اصلاحات رائج کردی گئیں۔سندھ کو بمبئ سے علیحدہ کر کے ایک جداگانہ صوبے کی حیثیت دے دی گئی۔پنجاب میں مسلمانوں کی اکثریت اگرچہ (بیحد قلیل) قائم ہوگئی۔"

(اقبال کے آخری دوسال،صفحہ 365)

اور معترض مضمون نگار اسی کتاب کے صفحہ 15پر ڈاکٹر عاشق حسین بٹالوی کے یہ واضح الفاظ بھی پڑھ لیں۔

’’پنجاب لیجسلیٹو کونسل میں کامیاب ترین آدمی سرفضل حسین تھے۔ اور گول میز کانفرنس کے مسلمان مندوبین میں سب سے زیادہ کامیاب آغا خان اور چودھری ظفراللہ خاں ثابت ہوئے۔‘‘

(اقبال کے آخری دوسال از ڈاکٹر عاشق حسین بٹالوی صفحہ 15)

(باقی آئندہ)

قائم شدہ 1952

خدا تعالیٰ کے فضل اور رحم کے ساتھ

خالص سونے کے اعلیٰ زیورات کا مرکز

شریف جیولرز ربوہ

ریلوے روڈ 6214750 6214760

اقصیٰ روڈ 6212515 6215455

پروپرائٹر۔میاں حنیف احمد کامران

Mobile: 0300-7703500

الفضل ڈائجسٹ

(مرتبہ : محمود احمد ملک)

اس کالم میں ان اخبارات و رسائل سے اہم ودلچسپ مضامین کا خلاصہ پیش کیا جاتا ہے جو دنیا کے کسی بھی حصہ میں جماعت احمدیہ یا ذیلی تنظیموں کے زیرانتظام شائع کئے جاتے ہیں۔ خط وکتابت کیلئے ہمارا پتہ حسب ذیل ہے۔ براہ کرم خطوط میں اپنے مکمل پتہ کے علاوہ فون نمبر بھی ضرور تحریرفرمائیں:

AL-FAZL DIGEST, 22 DEER PARK ROAD, LONDON SW19 3TLU.K.

''الفضل ڈائجسٹ'' کی ویب سائٹ کا پتہ یہ ہے:-

http://www.alislam.org/alfazal/d/

1906ء میں وفات یافتہ چند صحابہؓ

روزنامہ ''الفضل'' ربوہ 9؍دسمبر 2006ء میں مکرم غلام مصباح بلوچ صاحب کے قلم سے 1906ء میں وفات پانے والے چند اصحاب احمدؑ کا ذکر ہے۔

حضرت حکیم فضل الٰہی صاحب لاہوری

حضرت حکیم فضل الٰہی صاحبؓ لاہوری بڑے مخلص اور جانثار صحابی تھے۔ آپؓ نے 93-1892ء میں بیعت کی توفیق پائی، مخالفین کے سامنے ہر وقت سینہ سپر رہتے تھے۔ آپؓ ''انجمن فرقانیہ لاہور'' کے صدر تھے، مالی قربانی میں بھی پیش پیش رہا کرتے تھے۔ 313 صحابہ کی فہرست مندرجہ ''انجام آتھم'' میں آپ کا نام 210 نمبر پر درج ہے۔ آپ ابتدائی موصیان میں سے تھے اور آپ کا وصیت نمبر 69 تھا۔ آپ نے 8 اپریل 1906ء کو وفات پائی اور بہشتی مقبرہ قادیان میں دفن ہوئے۔

حضرت شیخ مسیح اللہ صاحب شاہجہانپوری

حضرت شیخ مسیح اللہ صاحب صوبہ اتر پردیش کے شہر شاہجہانپور سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ کی بیعت کے سن کا علم نہیں تاہم ان دنوں آپ محکمہ انہار ملتان میں بحیثیت خانساماں ملازم تھے۔ ستمبر 1895ء میں حضورؑ نے حکومت کے نام ایک اشتہار شائع کیا جس کے آخر میں تقریبا 700 افراد کے نام درج فرمائے۔ اس اشتہار میں آپؓ کا نام بھی قادیان کے احباب میں شامل ہے۔ یہ اشتہار کتاب ''آریہ دھرم'' میں درج ہے۔ اس طرح حضورؑ نے 24؍فروری 1898ء کو دیئے گئے ایک اور اشتہار میں مخالفین کی طرف سے گورنمنٹ کو پہنچائی گئی خلاف واقعہ اطلاعات کی تردید کرتے ہوئے اپنے خاندان اور سلسلہ کے حالات بیان فرمائے اور اشتہار میں اپنی جماعت کے 316 احباب کے اسماء درج فرمائے جس میں آپؓ کا نام بھی شامل ہے۔ یہ اشتہار ''کتاب البریہ'' میں شائع ہوا۔ حضورؑ نے ''انجام آتھم'' میں درج 313 صحابہؓ میں آپؓ کا نام 75ویں نمبر پر لکھا ہے۔

حضرت شیخ مسیح اللہ صاحبؓ بھی ہجرت کرکے قادیان آگئے تھے اور یہاں مدرسہ تعلیم الاسلام کے بورڈنگ میں ملازم رہے۔ پھر ایک دکان کرلی۔ بطور خانساماں بھی خدمت کی توفیق پائی۔ 17 نومبر 1901ء کو ایک انگریز سیاح ڈی ڈی ڈکسن قادیان تشریف لائے تو حضورؑ نے حضرت شیخ صاحبؓ کو ارشاد فرمایا کہ اُن کے حسب منشاء کھانا تیار کریں۔

اگرچہ حضرت شیخ صاحبؓ کی مالی حالت زیادہ مضبوط نہیں تھی مگر اس کے باوجود سلسلہ کی مالی امداد میں حصہ لیتے۔ 6 نومبر 1906ء کو آپؓ کی وفات ہوگئی۔ آپؓ کو بہشتی مقبرہ میں دفن کیا گیا۔

حضرت سید امیر علی شاہ صاحبؓ

حضرت سید امیر علی شاہ صاحب ملہم ابن سید امام شاہ صاحب سیالکوٹی کے گاؤں سیدانوالی کے رہنے والے تھے۔ آپ صاحب رؤیا وکشف بزرگ تھے اور اسی ذریعہ سے حضورؑ کی صداقت پائی اور 20 فروری 1892ء کو سیالکوٹ میں بیعت کرلی جب حضورؑ وہاں قیام فرما تھے۔ آپؓ نے حضور کی صداقت کے متعلق بہت سے اشتہار بھی شائع کئے۔ ملفوظات میں حضور کی خدمت میں اپنے رؤیا کشوف سنانے کا ذکر ملتا ہے۔ آپ نے 23 اکتوبر 1906ء کو اپنے گاؤں سیداں والی میں دفات پائی۔

(نوٹ:- سیالکوٹ ہی سے تعلق رکھنے والے ایک اَور صحابی حضرت سید امیر علی شاہ صاحبؓ تھے جو حضورؑ کے 313 صحابہ میں اور بارہ حواریوں میں بھی شامل ہیں۔ آپؓ حضرت خصیلت علی شاہ صاحب کے چھوٹے بھائی تھے۔)

حضرت سید حبیب الرحمٰن صاحبؓ آف بریلی

حضرت سید عزیز الرحمٰن صاحبؓ نے بریلی میں سب سے پہلے 1897ء میں قبول احمدیت کی توفیق پائی۔ آپؓ کے والد حضرت سید حبیب الرحمٰن صاحب پہلے تو احمدیت کے سخت مخالف تھے اور قبول احمدیت کے جرم میں اپنے بیٹے کو عاق کردیا تھا۔ آپؓ بیان کرتے ہیں کہ اگرچہ احمدیوں نے مجھے بہت تسلی اور مبارکباد بھی دی اور کہا کہ کوئی خوف کی بات نہیں مگر میرے دل میں گھبراہٹ تھی۔ میں حضرت مسیح موعودؑ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضورؑ اس وقت ٹہلتے جاتے تھے اور ساتھ ہی لکھتے جاتے تھے۔ فرمایا بیٹھ جاؤ۔ میں ایک پلنگ پر سرہانے کی طرف بیٹھ گیا اور حضور پائینتی کی طرف آکر بیٹھ گئے۔ میں اٹھنے لگا تو فرمایا وہیں بیٹھے رہو۔ تب میں بیٹھ گیا اور عرض کی کہ حضور میرے والد نے مجھے عاق کردیا ہے اور حضور کو بھی سخت سست کہتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: وہ مجھے جو کچھ بھی کہتے ہیں مگر تم پر اُن کی تابعداری فرض ہے۔ میں یہ سن کر بہت ڈرا اور اپنے والد صاحب سے جاکر صلح کرلی۔ اس کے بعد اپنے پوتے محمد عبداللہ کی پیدائش کی خوشی میں وہ کپورتھلہ آئے تو میں نے ان کے دائیں بائیں حضورؑ کی کتابیں رکھ دیں۔ ایک صبح فرمانے لگے کہ میں قادیان کو جاتا ہوں۔ میں نے کہا کہ مجھے تنخواہ مل جائے تو آپ جائیں۔ فرمانے لگے میری جیب میں ایک دونی ہے میں اس سے سفر کرلوں گا کیونکہ میں نے گناہ کیا ہے۔ چنانچہ آپ کپورتھلہ سے قادیان تک پیدل ہی آئے اور بیعت کرکے پیدل ہی گئے۔ جب ان کا انتقال (مئی 1906ء میں) ہوا تو حضرت مسیح موعودؑ نے ان کا جنازہ غائب مسجد اقصیٰ میں پڑھایا۔

حضرت حافظ مولوی عظیم بخش صاحب پٹیالویؓ

آپ اصل میں موضع بنگہ ضلع ہوشیارپور کے رہنے والے تھے لیکن پٹیالہ میں تعلیم پاکر وہیں مقیم ہوگئے تھے۔ آپ نابینا تھے لیکن اس کے باوجود نہایت ذی علم اور فارسی وعربی پر کافی دسترس رکھتے تھے۔ آپ نے 1891ء میں حضورؑ کی بیعت کی۔ بیعت کے بعد آپ کو بہت مخالفت کا سامنا کرنا پڑا لیکن آپ نہایت استقامت سے ایمان پر قائم رہے۔ آپؓ نے حضورؑ کی تصدیق میں ایک خط اور اپنی ایک فارسی نظم بھیجی جو حضورؑ کی کتاب ''نشان آسمانی'' میں درج ہے۔

آپؓ جماعت احمدیہ کے دوسرے جلسہ منعقدہ دسمبر 1892ء میں شامل ہوئے اور حضورؑ نے ''آئینہ کمالات اسلام'' میں شاملین جلسہ میں آپؓ کا نام بھی درج فرمایا۔ آپؓ نے 17 فروری 1906ء کو پٹیالہ میں وفات پائی۔

حضرت صاحب نور صاحبؓ افغان

آپؓ حضرت سید عبداللطیف صاحب شہیدؓ کے شاگردوں میں سے تھے اور حضرت سید احمد نور صاحبؓ کابلی کے بھائی تھے۔ آپ 1902ء میں اپنے اہل و عیال کے ہمراہ ہجرت کرکے قادیان آگئے اور یہاں 19؍اکتوبر 1906ء کو وفات پائی۔ آپؓ کی وفات سے پہلے حضور کو الہام ہوئے: ''ایک دم میں رخصت ہوا'' اور ''پیٹ پھٹ گیا''۔ یہ آپؓ کے حق میں پورے ہوئے۔ آپؓ ایک غریب مزاج شخص تھے اور اکثر قرآن شریف کی تلاوت میں مصروف رہتے تھے۔ حضرت مسیح موعودؑ کے ساتھ ایسا اخلاص تھا کہ جان و مال سے آپؑ پر قربان تھے۔ آپ کی عمر چالیس سال کے قریب تھی۔ آپ کا وصیت نمبر 114 تھا۔ بہشتی مقبرہ قادیان میں دفن ہوئے۔

حضرت میاں الٰہی بخشی صاحبؓ مالیرکوٹلہ

حضرت میاں الٰہی بخشی صاحبؓ مالیرکوٹلہ کے رہنے والے تھے۔ فوج میں ملازم رہ چکے تھے اور حضرت نواب محمد علی خانصاحبؓ سے بطور اعانت ماہوار وظیفہ پاتے تھے۔ آخری عمر میں حج کی سعادت حاصل کی۔ واپسی پر قادیان آئے تو یہاں بیمار ہوگئے۔ حضورؑ ازراہ شفقت آپؓ کی عیادت کے لیے تشریف لے جاتے تھے۔ اگرچہ آپؓ مالیرکوٹلہ جانے کے خواہشمند تھے لیکن حضورؑ کے بوجہ بیماری سفر نہ کرنے کے ارشاد پر اپنا ارادہ ترک کردیا۔ حضورؑ نے آپؓ کے اصرار پر آپؓ کو ایک ڈولی میں سوار کراکے بھی بھجوانے کی تجویز کی تھی لیکن پھر معلوم ہوا کہ ایسا سخت بیمار جس کی زندگی کا اعتبار نہیں، وہ بموجب قانون ریل والوں کے ریل پر سوار نہیں ہوسکتا۔ اسلئے حضورؑ نے دو روپے آپؓ کو بھجوادیئے تاکہ اپنی ضروریات پر خرچ کرلیں۔

9؍اپریل 1906ء کو بعمر 80 سال آپؓ کی وفات ہوئی۔ حضورؑ نے نماز جنازہ پڑھائی اور بہشتی مقبرہ قادیان میں دفن ہوئے۔ بہشتی مقبرہ میں دفن ہونے والے آپ دوسرے شخص تھے۔

حضرت امتہ الحمید بیگم صاحبہؓ اہلیہ حضرت نواب محمد علی خانصاحبؓ

آپ کا اصل نام محترمہ حمید النساء بیگم صاحبہ تھا آپ تقریباً 1886ء میں پیدا ہوئیں۔ آپؓ کی بڑی بہن محترمہ مہر النساء بیگم صاحبہ حضرت نواب محمد علی خان صاحب کی اہلیہ تھیں۔ 1898ء میں اُن کی وفات کے بعد آپؓ حضرت نواب صاحب کی زوجیت میں آئیں۔ حضرت نواب صاحبؓ کو آپ سے بہت محبت تھی اور فرماتے تھے کہ میرے ہر حکم کی بلا چون و چرا تعمیل کرتی تھیں اور میرے دینی عزائم اور ارادوں میں کبھی حارج نہیں ہوئیں۔ گو آپ کے بطن سے کوئی اولاد نہیں ہوئی لیکن اپنی سوتیلی اولاد سے بہترین سلوک کرتی تھیں۔ 1901ء میں حضرت نواب صاحبؓ کے ہمراہ ہجرت کرکے قادیان آگئیں اور یہاں کی تنگی کی زندگی برداشت کرلی۔ ہجرت کے بعد صرف ایک بار 1905ء میں آپ مالیرکوٹلہ گئیں۔ 27 نومبر 1906ء کو قادیان میں وفات پائی۔ حضور نے جنازہ پڑھایا اور آپ بہشتی مقبرہ قادیان میں دفن ہوئیں۔ آپ کا وصیت نمبر 138 تھا۔ آپ کی وفات کی اطلاع پہلے ہی اللہ تعالیٰ نے رؤیا کے ذریعہ حضور کو دیدی تھی جس کا ذکر ''حقیقۃ الوحی'' میں موجود ہے۔

روزنامہ ''الفضل'' ربوہ 22؍فروری 2007ء میں شامل اشاعت مکرم طارق محمود سدھو صاحب کی نظم سے انتخاب ذیل میں پیش ہے:

گُل دیکھ، چمن دیکھ، ذرا صبح و مسا دیکھ
لیکن نہ مجھے خود سے تو اے جان جدا دیکھ
کر اپنی ہی خواہش پہ نہ موقوف ہر اک چیز
ہر کام میں ہاں دیکھ مگر اس کی رضا دیکھ
جس جہت سے تکمیلِ وفا ہو سکے کر لے
ناسازئ حالات میں دھن دیکھ نہ جا دیکھ
یہ ہجر، تذبذب کا وہ عالم ہے کہ جس میں
جلتا ہے نہ بجھتا ہے امیدوں کا دیا دیکھ
یہ لوگ محبت کے گنہگار ہیں طارق
منصف سے جزا ملتی ہے یا ان کو سزا دیکھ

روزنامہ ''الفضل'' ربوہ 12؍مارچ 2007ء میں شائع ہونے والی مکرم محمد ابراہیم شاد صاحب کی نظم سے انتخاب پیش ہے:

ہم اپنا انتخابِ نظر دیکھتے رہے
روحِ روان قلب و جگر دیکھتے رہے
ہم سب رہے ہیں مہر بلب شوق دید میں
جب تک وہ بار بار ادھر دیکھتے رہے
رعبِ جمال وحسن سے ہم ان کی بزم میں
کچھ کر سکے نہ بات مگر دیکھتے رہے
ہم تو رواں ہیں منزلِ مقصود کی طرف
کچھ لوگ دور گردِ سفر دیکھتے رہے
انجام ہر عنید کا ہر سُو ہے آشکار
ہم ہر عدو کو خاک بسر دیکھتے رہے

Muslim Television Ahmadiyya
Weekly Programme Guide

4th April 2008 – 10th April 2008

Please Note that programmes and timings may change without prior notice. All times are given in Greenwich Mean Time.
For more information please phone on +44 20 8875 4272 or fax +44 20 8874 8344

Friday 4th April 2008

00:00 Tilaawat, Dars-e-Malfoozat, & MTA News
00:55 Huzoor's Tours: programme documenting Huzoor's visit to India.
01:30 Liqaa Ma'al Arab: A sitting with Hadhrat Khalifatul Masih IV (ra) and Arabic speaking Guests. Recorded on 18th February 1998.
02:30 Al Maa'idah
02:40 Tarjamatul Qur'an Class: In depth explanation of Qur'anic verses by Hadhrat Khalifatul Masih IV (ra). Recorded on 2nd December 1997.
03:50 Annual Sports Rally
05:05 Mosha'airah: an evening of poetry
06:05 Tilaawat, Dars-e-Hadith & MTA News
07:05 Jamia Ahmadiyya UK Class with Huzoor, recorded on 26th March 2006.
08:05 Siraiki Service: a discussion in Siraiki on the life of the Holy Prophet Muhammad (saw)
09:00 Urdu Mulaqa'at with Hadhrat Khalifatul Masih IV (ra) and Urdu speaking guests. Session no. 7, recorded on 21st March 1994.
09:55 Indonesian Service
10:55 Seerat Sahaba Rasool (saw)
12:00 Live Friday Sermon delivered by Hadhrat Khalifatul Masih V from Baitul Futuh.
13:20 Tilaawat & MTA News
14:05 Dars-e-Hadith
14:30 Bengali Reply to Allegations: a Bengali discussion programme replying to various allegations made against the Ahmadiyya Jama'at.
15:50 Friday Sermon [R]
17:00 Spotlight: A literary talk hosted by Ahmad Mubarak.
18:10 Le Francais C'est Facile: lesson no. 86
17:25 Liqaa Ma'al Arab: A sitting with Hadhrat Khalifatul Masih IV (ra) and Arabic speaking guests. Recorded on 25th December 1997.
18:35 Arabic Service: Arabic discussion programme about the true concepts of Islam, hosted by Muhammad Sharif.
20:35 MTA International News Review Special
21:20 MTA Travel: A visit to Toronto and Niagara.
21:50 Friday Sermon [R]
23:00 Urdu Mulaqa'at: Session no. 7 [R]

Saturday 5th April 2008

00:00 Tilaawat, Dars-e-Hadith & MTA Jamaat News
01:05 Le Francais C'est Facile: lesson no. 86
01:35 Liqaa Ma'al Arab: A sitting with Hadhrat Khalifatul Masih IV (ra) and Arabic speaking guests. Recorded on 19th February 1998.
02:40 Friday Sermon: recorded on 4th April 2008.
03:50 Spotlight: a literary talk hosted by Ahmad Mubarak.
05:05 Urdu Mulaqa'at: Session no. 7, recorded on 21st March 1994.
06:00 Tilaawat, Dars-e-Hadith & MTA News
07:05 Bustan-e-Waqfe Nau Class with Huzoor, recorded on 27th May 2007.
08:15 Ashab-e-Ahmad
08:55 Friday Sermon: rec. 04/04/08 [R]
10:05 Indonesian Service
10:55 French Service
12:00 Tilaawat & MTA News
12:45 Bangla Shomprochar
13:45 Intikhab-e-Sukhan
14:45 Bustan-e-Waqfe Nau [R]
16:00 Pakistan National Assembly 1974: An Urdu programme with Dost Muhammad Shahid.
17:10 Ken Harris Oil Painting
18:20 Question and Answer Session with Hadhrat Mirza Tahir Ahmad, Khalifatul Masih IV (ra). Recorded on 21st October 1991. Part 1.
18:30 Arabic Service: Arabic discussion programme about the true concepts of Islam, hosted by Muhammad Sharif.
20:35 International Jama'at News
21:05 Bustan-e-Waqfe Nau [R]
22:15 Pakistan National Assembly 1974: An Urdu programme with Dost Muhammad Shahid.
23:20 Friday Sermon: recorded on 4th April 2008.

Sunday 6th April 2008

00:15 Tilaawat, Dars-e-Hadith & MTA News
01:25 Liqaa Ma'al Arab: A sitting with Hadhrat Khalifatul Masih IV (ra) and Arabic speaking guests. Recorded on 24th February 1997.
02:25 Ashab-e-Ahmed
03:00 Friday Sermon: rec. 04/04/08
04:20 Mosha'airah: an evening of poetry
05:25 Ken Harris Oil Painting
06:00 Tilaawat, Dars-e-Hadith & MTA News
07:10 Gulshan-e-Waqfe Nau (Nasirat) class with Huzoor, recorded on 10th June 2007.
08:30 MTA Variety: programme on the signs of heart attacks and strokes.
09:00 Huzoor's Tours: programme documenting Huzoor's visit to India.
09:20 Lajna Symposium 2006
09:30 Learning Arabic: lesson no. 18.
10:00 Indonesian Service
11:00 Spanish Service: Spanish translation of Friday sermon delivered by Hadhrat Khalifatul Masih V on 25th May 2007.
12:00 Tilaawat, Dars-e-Hadith & MTA News
12:55 Bengali Reply to Allegations: discussion programme replying to various allegations made against the Ahmadiyya Muslim Jama'at.
13:55 Friday Sermon: Rec. 4th April 2008.
15:00 Gulshan-e-Waqfe Nau (Nasirat) [R]
16:10 Pakistan National Assembly 1974: An Urdu programme with Dost Muhammad Shahid.
17:20 Question and Answer Session with Hadhrat Mirza Tahir Ahmad, Khalifatul Masih IV (ra). Recorded on 22nd November 1998.
18:30 Arabic Service: Arabic discussion programme about the true concepts of Islam, hosted by Muhammad Sharif.
20:30 MTA International News
21:05 Gulshan-e-Waqfe Nau (Nasirat) [R]
22:10 Pakistan National Assembly 1974 [R]
23:20 Seerat-un-Nabi (saw)

Monday 7th April 2008

00:00 Tilaawat, Dars-e-Hadith & MTA Jamaat News
01:10 MTA Variety: programme on the signs of heart attacks and strokes.
01:35 Liqaa Ma'al Arab: A sitting with Hadhrat Khalifatul Masih IV (ra) and Arabic speaking guests. Recorded on 25th February 1998.
02:40 Friday Sermon: recorded on 4th April 2008
03:50 Learning Arabic: lesson no. 18
04:10 Question and Answer Session with Hadhrat Mirza Tahir Ahmad, Khalifatul Masih IV (ra). Recorded on 22nd November 1998.
05:25 Seerat-un-Nabi (saw)
06:00 Tilaawat, Dars-e-Hadith & MTA News
07:00 Gulshan-e-Waqfe Nau (Khuddam) class held with Huzoor. Recorded on 2nd June 2007.
08:05 Le Francais C'est Facile: lesson no. 95
08:25 Spotlight: Urdu speech delivered by Naseer Ahmad Anjum on the topic of miracles of the Holy Prophet Muhammad (Saw).
09:05 Rencontre Avec Les Francophones: A weekly studio sitting with French speaking friends with Hadhrat Khalifatul Masih IV (ra). Recorded on 14th December 1998.
10:15 Indonesian Service
11:15 Medical Matters
12:00 Tilaawat, Dars-e-Hadith & MTA News
13:00 Bangla Shomprochar
14:00 Le Francais C'est Facile: lesson no. 95
14:25 Friday Sermon: recorded on 16/02/2007
15:05 Gulshan-e-Waqfe Nau (Khuddam) [R]
16:10 Rencontre Avec Les Francophones [R]
17:35 Liqaa Ma'al Arab: A sitting with Hadhrat Khalifatul Masih IV (ra) and Arabic speaking guests. Recorded on 26th February 1998.
18:35 Arabic Service
20:35 Spotlight [R]
21:15 Medical Matters [R]
21:45 MTA International Jama'at News
22:20 Gulshan-e-Waqfe Nau (Khuddam) [R]
23:25 Friday Sermon [R]

Tuesday 8yh April 2008

00:10 Tilaawat, Dars-e-Hadith & MTA News Review
01:20 Le Francais C'est Facile: lesson no. 95
01:40 Liqaa Ma'al Arab: A sitting with Hadhrat Khalifatul Masih IV (ra) and Arabic speaking guests. Recorded on 26th February 1998.
02:45 Friday Sermon: rec. 16th February 2007.
03:30 Medical Matters
04:15 Rencontre Avec Les Francophones
05:20 Spotlight
06:00 Tilaawat, Dars-e-Malfoozat & MTA News
07:00 Gulshan-e-Waqfe Nau (Lajna) with Huzoor, recorded on 3rd June 2007.
08:05 Question and Answer Session with Hadhrat Mirza Tahir Ahmad, Khalifatul Masih IV (ra). Recorded on 28th November 1998.
09:25 Changing Climate, Changing World
09:55 The Brontes: documentary exploring the life and literature of the Bronte sisters.
10:15 Indonesian Service
11:15 Sindhi Service
12:05 Tilaawat, Dars & MTA News
13:05 Bangla Schomprochar
14:05 Jalsa Salana Belgium 2004: Address delivered by Hadhrat Khalifatul Masih V, recorded on 12th September 2004.
15:00 Gulshan-e-Waqfe Nau (Lajna) [R]
16:05 Question and Answer session [R]
17:30 Liqaa Ma'al Arab: A sitting with Hadhrat Khalifatul Masih IV (ra) and Arabic speaking guests. Recorded on 11th March 1998.
18:30 Arabic Service
19:55 Changing Climate, Changing World [R]
20:10 The Brontes [R]
20:30 MTA International News Review Special
21:15 Gulshan-e-Waqfe Nau (Lajna) [R]
22:40 Jalsa Salana Belgium 2004 [R]

Wednesday 9th April 2008

00:00 Tilaawat, Dars & MTA News
01:30 Learning Arabic: lesson no. 19
01:30 Liqaa Ma'al Arab: A sitting with Hadhrat Khalifatul Masih IV (ra) and Arabic speaking guests. Recorded on 11th March 1998.
02:35 Changing Climate, Changing World
03:00 The Brontes
03:40 Question and Answer Session
05:10 Jalsa Salana Belgium 2004.
06:05 Tilaawat, Dars-e-hadith & MTA News
07:05 Jamia Ahmadiyya UK Class with Huzoor recorded on 9th June 2007.
08:20 Seerat Hadhrat Masih Maood (as)
08:50 Question and Answer Session with Hadhrat Mirza Tahir Ahmad, Khalifatul Masih IV (ra). Recorded on 5th May 1984.
09:55 Indonesian Service
10:50 Swahili Service
12:00 Tilaawat & MTA News
12:40 Bangla Shomprochar
13:45 From the Archives: Friday sermon recorded on 24th January 1986.
14:45 Jalsa Salana UK: speech delivered by Imam Ata-ul Mujeeb Rashed on the occasion of Jalsa Salana 1990.
15:20 Jamia Ahmadiyya UK Class [R]
16:30 Lajna Magazine
16:55 Question and Answer Session [R]
17:10 Australian Documentary: Strawberries
18:30 Arabic Service
19:25 Liqaa Ma'al Arab: A sitting with Hadhrat Khalifatul Masih IV (ra) and Arabic speaking guests. Recorded on 12th March 1998.
20:30 MTA International Jamaat News
21:05 Jamia Ahmadiyya UK Class [R]
22:15 Jalsa Salana UK [R]
22:55 From the Archives [R]

Thursday 10th April 2008

00:00 Tilaawat, Documentary & MTA News Review
01:00 Hamaari Kaenaat
01:30 Liqaa Ma'al Arab: A sitting with Hadhrat Khalifatul Masih IV (ra) and Arabic speaking guests. Recorded on 12th March 1998.
02:45 Australian Documentary: Strawberries
03:15 Seerat Hadhrat Masih Maood (as)
03:45 From the Archives
04:55 Lajna Magazine
05:20 Jalsa Salana UK
06:00 Tilaawat, Dars-e-Malfoozat & MTA News
07:10 Gulshan-e-Waqfe Nau (Khuddam) Class with Huzoor, recorded on 10th November 2007.
08:15 English Mulaqa'at: A question and answer session with Hadhrat Mirza Tahir Ahmad, Khalifatul Masih IV (ra) and English speaking friends. Session no. 22, recorded on 9th June 1994.
09:20 Pushto Service: selected sayings of the Holy Prophet Muhammad (saw).
09:50 Bustan-e-Waqfe Nau Class with Huzoor, recorded on 20th January 2008.
10:55 Friday Sermon: recorded on 27th May 2005.
12:00 Tilaawat, Dars & MTA News
13:00 Bangla Shomprochar: Bengalis translation of Friday sermon recorded on 04/04/2008.
14:05 Tarjamatul Qur'an Class: In depth explanation of Qur'anic verses by Hadhrat Khalifatul Masih IV (ra). Session no. 218, recorded on 3rd December 1997.
15:10 English Mulaqa'at [R]
16:20 Friday Sermon: delivered on 27/05/05. [R]
17:30 Liqaa Ma'al Arab: A sitting with Hadhrat Khalifatul Masih IV (ra) and Arabic speaking Guests. Recorded on 17th March 1998.
18:30 Live Arabic Service: Arabic discussion programme, hosted by Muhammad Sharif.
20:30 MTA Interntional News Review
21:00 Huzoor's Tours: visit to India
21:45 Tarjamatul Qur'an Class: Class no. 218, recorded on 3rd December 1997.
22:50 Gulshan-e-Waqfe Nau (Khuddam) [R]

****Please note MTA2 will be showing French service & German service at 16:00 GMT & 17:00 GMT***

Translations for Huzoor's Programmes are available.
Prepared by the MTA Scheduling Department.

Al Fazl International Weekly, London

22 DEER PARK ROAD, LONDON SW19 3TL (U.K.)

ISSN: 1352 9587

Tel: (020) 8544 7603

Fax: (020) 8544 7611

Email:alfazlint@alislam.org

Vol 15 | Friday 28 March , 2008 | Issue No. 13

حاصل مطالعہ

دوست محمد شاہد۔ مؤرخ احمدیت

"تاریخ اسلام" کے نام پر دیومالائی فسانوں کی اختراع

مندرجہ ذیل اقتباسات "تاریخ اسلام" جلد اوّل سے ماخوذ ہیں۔ یہ کتاب پاکستان میں جماعت احمدیہ کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے سے چھ ماہ قبل امامیہ کتب اندرون موچی دروازہ لاہور نے شائع کی اور سرورق پر مؤلف کا نام و مقام درج ذیل الفاظ میں بیان کیا گیا ہے۔

"مؤرخ یگانہ، آقائے ملّت، حجۃ الاسلام، فخر العلماء حضرت الحاج علامہ السید نجم الحسن کراروی صدر الافاضل جنرل سیکرٹری مجلس علماء (شیعہ) و ممبر اسلامی نظریاتی کونسل حکومت پاکستان"۔

شیطان کی عرش عظیم کے نیچے مجلس وعظ

(معلم الملائکہ شیطان) "فرشتوں کے ہمراہ آسمان پر پہنچنے کے بعد ان کی صحبت میں عرصہ دراز تک رہا اور عبادت گزاری کرتا رہا، یہاں اس نے عبادت گزاری میں وہ فروغ حاصل کیا کہ ملائکہ حیران رہ گئے، اور اپنے فہم و ذکاء سے ایسی ترقی کی جو حیرت انگیز تھی، ایک روایت میں ہے کہ جب وہ زمین پر تھا اس وقت بھی اپنے لوگوں سے متنفر تھا، اور ان کی شرارت سے کنارہ ہو کر دامن کوہ میں رہا کرتا تھا۔

غرضیکہ وہ ترقی کرتے کرتے اس منزل پر پہنچا کہ ملائکہ کو خدا کی بارگاہ میں عرض کرنا پڑا کہ معبود اس جیسا عبادت گزار ہم میں کوئی نہیں ہے اس لئے استدعا ہے کہ اسے آسمان اول میں بلند درجہ دیا جائے۔ چنانچہ فرشتوں کی درخواست منظور کر کے خدا نے اسے آسمانِ اول میں بلند مقام دے دیا۔ وہ عبادت گزاری نہایت اچھے انداز سے کرتا رہا۔ ایک عرصہ کے بعد آسمان دوم کے فرشتوں نے درخواست کی کہ عزازیل کو ہمارے آسمان پر بھیجا جائے، وہ دوسرے آسمان پر چلا گیا اور عبادت کا کمال دکھاتا رہا۔ یہاں تک کہ تیسرے آسمان کے فرشتوں نے خدا سے یہی درخواست کی۔ وہ بھی منظور ہوگئی، اور عزازیل آسمانِ سوم پر چلا گیا۔ اور وہاں عرصہ دراز تک عبادت و فرمانبرداری کے جوہر دکھاتا رہا۔ بالآخر ترتیب وار بڑھتے بڑھتے آسمانِ ہفتم پر پہنچا، پھر خداوندِ عالم نے اس کی زیرکی اور کمال ذاتی کی وجہ سے اسے "معلم الملائکہ" بنا دیا۔ اب اس کے فرائض عبادت میں ایک فریضہ یہ بھی بڑھ گیا کہ وہ ملائکہ کو تعلیم دیتا رہا۔ چنانچہ بروایت "صاحب حکمۃ اللطائف" عزازیل کی مجلس وعظ، عرشِ عظیم کے نیچے منعقد ہونے لگی اور اس کے لئے یہ انتظام تھا کہ یاقوت کا منبر بنایا گیا تھا اور اس کے سر پر نور کا علم لہرایا گیا تھا، اس کے وعظ میں اتنے کثیر فرشتے شرکت کرتے تھے کہ ان کی تعداد خدا کے سوا کسی کو معلوم نہیں تھی، بہرحال وہ بڑی شان و شوکت اور نہایت کروفر سے عبادتِ خدا کرتا رہا اور ملائکہ کو تعلیم دیتا رہا۔ یہاں تک کہ ایک طویل مدّت گزر گئی۔" (صفحہ 52)

تخلیق آدم کی مضحکہ خیز فرضی کہانی

"عزرائیل نے، نرم اور سخت، سہل اور جبل، نشیب اور فراز، ہر جگہ سے مٹی لی اور اس کا بھی حکم باری کے مطابق خیال رکھا کہ مٹی مختلف رنگ کی ہو۔ چنانچہ سرخ سبز، سیاہ نیم سرخ سفید، کبود، گندمی رنگ کی مٹی حاصل کی، بعض وہ مٹی تھی جس میں شوریت تھی۔ بعض وہ تھی جس میں شوریت نہ تھی۔ ایک روایت میں ہے کہ آدم کے اجزائے خصوصی کی تعمیر کے لئے مخصوص مقام کی مٹی لائی گئی۔ مثلاً سر کے لئے مقام کعبہ کی مٹی، گردن کے لئے بیت المقدس کے جگہ کی مٹی، ہاتھ اور پاؤں کے لئے مغرب و مشرق کی مٹی۔ ایک روایت میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جب عزرائیل زمین کے مختلف اطراف سے مختلف قسم اور مختلف رنگ کی مٹی لا چکے تو خداوند عالم نے جمعہ کی اوّل ساعت میں جبریل کو حکم دیا کہ ساتویں آسمان سے لے کر آسمان اول کی مٹی سے ایک ایک مٹھی لاؤ اور زمین ہفتم سے زمین بالا تک مٹی سے ایک ایک مٹھی لے آؤ، اور پھر سب کو ملادو۔ چنانچہ جبریل نے ایسا ہی کیا، یہ مٹی جو آسمانوں سے لائی گئی تھی خدا نے اس سے، رسول۔ نبی۔ آئمہ اولیاء۔ صدیقین، شہداء، صالحین، مومنین خصوصی، سعادت مند لوگوں کی پیدائش کی بنیاد قائم کی۔ اور اس مخصوص قسم کی مٹی سے جو زمین کے مخصوص طبقے سے لائی گئی کچھ خاص قسم کے بنی آدم پیدا کرنے کا بندوبست کیا گیا۔ یعنی ان مٹیوں کو اجزائے بدن آدم قرار دے کر ان کی تخلیق کی بنیاد ڈالی۔

ایک روایت میں ہے کہ مختلف قسم کی مٹی اور مختلف رنگ کی مٹی سے آدم کی تعمیر ہی کا نتیجہ ہے کہ مختلف مزاج اور مختلف رنگ کے لوگ پیدا ہوتے ہیں۔ الغرض مٹی فراہم کرنے کے بعد فرشتوں نے اُسے ایک مقام پر جمع کیا اور اسے گوندھنے کا بندوبست کیا۔ یہاں پر ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ زمین سے جو مٹی لائی گئی اسے کس مقام پر جمع کیا گیا؟ مؤرخین کا بیان ہے کہ یہ مٹی" مکہ اور طائف" کے درمیان زمین ہی پر جمع کی گئی تھی۔ لیکن میرے نزدیک یہ بالکل غلط ہے، میرا استنباط یہ کہتا ہے کہ مٹی آسمانِ اوّل پر جمع کی گئی تھی اور وہیں حضرت آدم کا پُتلا تیار ہوا تھا اور وہیں صلب آدم میں نور محمدی داخل کیا گیا تھا۔

مختصر یہ کہ مٹی جو حضرت آدمؑ کی تعمیر کے لئے جمع ہوئی تھی اس پر "بحر الاحزان" سے (جو کہ زیر عرش ایک دریا ہے) چالیس روز یا چالیس سال مسلسل بارش ہوتی رہی۔ اس کے بعد اس کا خمیر کیا گیا۔ ایک روایت میں ہے چشمہ رحیق و سلسبیل سے بھی اس پر بارش کی گئی تھی۔ جب مٹی اچھی طرح تیار ہوگئی تو اس میں خشکی پیدا کی گئی اور آدم کا پتلا بنایا جانے لگا، صناع ازل نے سر، آنکھ، ریڑھ کی ہڈی پہلے بنائی۔ پھر چہرہ تیار کر کے جملہ اعضاء و جوارح مکمل فرمائے۔" (صفحہ 60-61)

حضرت آدم و حوا کی آسمان سے روانگی

"حضرت آدم علیہ السلام اور جناب حوا چھ گھنٹے جنت میں گزار کر" جو اس دنیا کے حساب سے پانچ سو سال ہوتے ہیں" جنت کے درختوں کے پتوں میں لپٹے ہوئے حضرت جبرئیل کے ہمراہ ہواؤں میں اڑتے ہوئے بروایت طبری ماہِ نیساں میں یوم جمعہ بساعت ہفتم اور بروایت یعقوبی بساعت نہم بروایت مجلسی 25 ذی قعدہ کو زمین پر پہنچے، حضرت جبریل جب جناب حوا کو جدہ میں اور جناب آدم کو کوہ سراندیپ پر پہنچا کر واپس جانے لگے تو حضرت آدمؑ "تنگ دل شد و گریہ آغاز نہاد"۔ سخت پریشان ہوئے اور انہوں نے رونا شروع کر دیا۔ اور کہا مجھے بے یار و مددگار چھوڑ کر کہاں جا رہے ہو۔ حضرت جبریل نے فرمایا کہ میں تعمیلِ حکم خداوندی سے مجبور ہوں اور میرا فوراً واپس جانا ضروری ہے، یہ کہہ کر وہ نظروں سے غائب ہوگئے۔ ان کے جاتے ہی حضرت آدمؑ نے سر پر خاک ڈالنا شروع کر دیا اور وہ بے انتہا گریہ کرنے لگے، اور ان کے اس گریہ وزاری کا سلسلہ تین سو سال جاری رہا۔ اُن کے رونے کا یہ عالم تھا کہ آنکھوں سے آنسوؤں کے چشمے جاری ہو گئے تھے، پھر خدا نے ایک عرصہ بعد طور کو حکم دیا کہ آدم کی دلبستگی کے لئے جائیں، وہ پہنچے مگر آدم نے زمین سے سر نہ اٹھایا۔ اُن کا رونا، خوفِ خدا، شوقِ جنت اور فراقِ حوا کی وجہ سے تھا"۔ (صفحہ 83)

کشتی نوح کی ڈرامائی فلمی تصویر

"جب حضرت نوح کشتی تیار کرنے لگے تو جبرئیل نے انہیں کیلوں کی ایک خرجی لا کر دی جس میں ایک لاکھ اونتیس ہزار کیلیں تھیں، حضرت نوح جبرئیل کے بتانے کے مطابق کشتی تیار کرتے رہے اور کیلیں ٹھونکتے رہے۔ یہاں تک کہ پانچ ایسی کیلیں رہ گئیں کہ جب ان کو حضرت نوح نے ہاتھ لگایا تو وہ چمک اٹھیں۔ جناب نوحؑ نے ماجرا دریافت کیا تو جبرئیل نے کہا کہ یہ کیلیں پنجتن پاک کے نام کی ہیں (1) محمد مصطفیؐ (2) علی مرتضیؑ (3) فاطمہ زہراؑ (4) امام حسنؑ (5) امام حسینؑ سے منسوب ہیں۔ اے نوح پہلی کیل کو کشتی کے داہنی طرف۔ دوسری کیل کو کشتی کے بائیں طرف آگے کی جانب۔ تیسری کیل کو داہنی طرف پہلی کیل کے قریب اور چوتھی کیل کو بائیں طرف دوسری کیل کے قریب اور پانچویں کیل کو اس کے قریب ٹھونک دو۔ حضرت نوحؑ نے ایسا ہی کیا۔ جب پانچویں کیل ٹھونکنے لگے تو خون کی تری نظر آئی۔ حضرت جبریل سے گھبرا کر پوچھنے لگے اے جبرئیل یہ کیا ماجرا ہے، حضرت جبرئیل نے واقعہ کربلا کی تفصیل بتائی۔ حضرت نوح آبدیدہ ہوگئے اور قاتلانِ حسین پر لعنت کرنے لگے، (نور المبین فی قصص الانبیاء والمرسلین۔ علامہ جزائری صفحہ 94)" (صفحہ 152)

ہزاروں "شریف" بھیڑیوں کی حضرت یعقوب کی کچہری میں فصیح و بلیغ شہادت

"حضرت یعقوب نے لڑکوں کے بھیڑیئے کا بار بار حوالہ دینے پر حکم دیا کہ جاؤ اور بھیڑیئے کو پکڑ لاؤ تا کہ میں دیکھوں کہ آیا میرے نور نظر کے کھانے کی اس میں کوئی علامت ہے یا نہیں، وہ لوگ حکم پاتے ہی جنگل میں گئے اور ایک بھیڑیا پکڑ لائے اور اس کے منہ میں خون لگا کر حضرت یعقوب کی خدمت میں پیش کر دیا۔ شاید وہ سمجھتے رہے ہوں گے کہ بابا جان اسے ملاحظہ ہی فرمائیں گے اور انہیں اس کا خیال نہ رہا ہوگا کہ وہ بھیڑیئے سے سوالات بھی کر سکیں گے اور وہ جواب بھی دے گا۔

حضرت یعقوب کے سامنے جب بھیڑیا آیا تو آپ نے اس کی طرف مخاطب ہو کر پوچھا کہ کیا تو نے میرے لخت جگر "یوسف" کو کھایا ہے۔ اس نے کہا معاذ اللہ ایسا کیوں کر ہو سکتا ہے، ہم پر انبیاء و اولیاء کا گوشت حرام ہے۔ تفسیر بحر المواج میں ہے کہ اس نے یہ بھی کہا کہ حضور میں تو آپ کے گلہ گوسفند کے قریب بھی نہیں جاتا۔ یعنی جب کہ میں آپ کے گوسفند کو نہیں کھا سکتا تو معاذ اللہ آپ کے بچے کو کس طرح کھا سکتا ہوں۔ پھر وہ متوجہ ہوا برادران یوسف کی طرف اور ان سے بزبان فصیح پوچھا کہ تم نے مجھے کھاتے ہوئے دیکھا ہے۔ انہوں نے کہا کہ میں نے نہیں دیکھا، لیکن یہ تو معلوم ہے کہ ان کو بھیڑیئے نے کھایا ہے اور اس وقت جنگل میں تو پھر رہا تھا اس لئے مجھے یقین ہو گیا کہ تو نے ہی کھایا ہے

اس کے بعد بھیڑیئے نے کہا کہ میں مصر کا رہنے والا ہوں۔ صنعاء جانے کے ارادے سے نکلا ہوں۔ حضور والا آپ کے لڑکے مجھے بلاوجہ پکڑ کر لے آئے ہیں اور مجھ پر اکل یوسف کا بالکل غلط الزام لگا رہے ہیں۔ حضرت یعقوب نے فرمایا میں سب جانتا ہوں تو بالکل بے خطا ہے۔ اس کے بعد بروایت روضۃ الصفا حضرت یعقوب نے پوچھا کہ اتنے طویل سفر کے لئے تو کیوں روانہ ہوا ہے۔ اس نے جواب دیا کہ حضور

باقی صفحہ 10 پر ملاحظہ فرمائیں